رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل ہفتہ میں دو بار قادیان
فی پرچہ ۲

قیمت مع محصول ڈاک سالانہ ۶ ششماہی للعہ سہ ماہی عا

ایڈیٹر غلام نبی

نمبر ۳۵، ۳۶ — جلد ۱۵ — یکم نومبر ۱۹۲۷ء

عکس تحریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مجبی اخویم احمد حسین صاحب سلمہ

آپ کا خط پہنچا اور آپ نے آخر تک پڑھ لیا ہے آپ کے تمام مطالب کے لئے دعا کی گئی ہے
لیکن مخالفوں کی ذلت کے دعا کی کچھ ضرورت نہیں شاید اللہ تعالیٰ انکو ہدایت فرماوے
اور یہ بہت بہتر بات ہے کہ آپ اکثر وقت ایسی جگہ رہیں یہ میں
ہمارا دلی منشاء ہے کہ آکر رہنے سے آپ کی معلومات زیادہ ہو جائیگی والسلام

خاکسار
مرزا غلام احمد

یہ تحریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سید احمد حسین صاحب مرحوم متوطن کو سیبی ضلع کٹک کو انکے رقعہ کے جواب میں ارقام فرمائی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرم کعبہ کا ایک نظارہ

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ قادیان)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سب سے پہلے وہ مومن ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے لئے قربانی جان کی پیش کی۔ اور کفار مکہ سے حضرت سیدنا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چھڑایا۔ اور خود نیم جان ہوئے۔

اس نظم کا ایک حصہ الفضل نمبر ۱۹/۱۸ مطبوعہ ۳۰ اگست ۱۹۲۷ء میں چھپ چکا ہے اس سے ملا کر اسے ملاحظہ فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

خبر جب یہ پہونچی قبیلے میں اس کے ‖ بچانے کو آل تیم[1] اس کو دوڑے

مگر خانۂ کعبہ میں جب وہ پہونچے ‖ تو دیکھا عدو کام سب کر چکے تھے

اگرچہ تھی اسلام سے ان کو نفرت
مگر غالب آئی قبیلے کی اُلفت

اُسے زخمی و خستہ بے ہوش پاکر ‖ اعزہ و اقارب اٹھائے گئے گھر

مگر ہوش آیا تو صدیق اکبرؓ ‖ لگے پوچھنے صورتِ حال سرورؐ

نمونہ تھا یہ اُس کے صدق و صفا کا
ہوا فکر پہلے رسول خدا کا

عزیزوں نے دیکھی جب اُس کی یہ حالت ‖ کہ اُس کو نہیں فکر جاں فکر عزت

نہ پروائے قوم۔ اور نہ پروائے ملت ‖ اگر ہے تو ہے بس محمدؐ کی الفت

اٹھا کر اُسے پیش محبوب لائے
وہیں چھوڑ کر اپنے اپنے گھر آئے

حبیب خدائے زمین و زماں نے ‖ بشر اور فرشتوں کی روح رواں نے

انیس جہاں رہبر انس و جاں نے ‖ رسولِ خدا سرور دو جہاں نے

نوٹ:۔ [1] آل تیم حضرت عبداللہ ابن عثمان کنیت ابوبکر۔ لقب صدیق و عتیق کی قوم کا نام ہے۔ جو اصل میں قریش کا ایک قبیلہ ہے۔

اُسے رو کے سینہ سے اپنے لگایا
جبیں چوم کر دردِ دل سب مٹایا

رہے قسمت و بخت صدیق اکبرؓ ‖ ہوا سب سے پہلے جو قربان دلبر

جو تھا اولیں مومن صدق پروَر ‖ نبیں بوس تھے جس کے محبوب داور

وہ تھا نذرِ جاں جس نے پہلے دکھائی
مصیبت ہر اک بہر ایماں اٹھائی

رسولِ خدا کی رفاقت میں جس نے ‖ سہے ہر طرح کے ستم اور صدمے

زمانہ کو جوہر دکھائے وفا کے ‖ نمونے سے اپنے ہزاروں سنوارے

دل و جان و مال اور اولاد اپنی
خدا کے لئے اُس نے سب پیش کردی

خدا ہی نے اس کو خلیفہ بنایا ‖ خطاب عتیق اور صدیق پایا

امارت کا بارِ امانت اٹھایا ‖ عدالت سے قصرِ خلافت سجایا

عمارت بغاوت[1] کی اس نے گرادی
وہ جھوٹوں[2] کی جھوٹی نبوت مٹادی

وہ اسلام میں تھا صداقت میں اول ‖ محبت میں اول سخاوت میں اول

رفاقت میں اول۔ شجاعت میں اوّل ‖ عدالت میں اول۔ خلافت میں اول

وہ تھا اولیں مردِ میدان ہمت
بجا ناز کرتی تھی اس پر نبوت

نوٹ:۔ [1] بغاوت مسیلمہ کذاب و زکوٰۃ نہ دینے والوں سے زکوٰۃ لینا۔
[2] جھوٹوں کی جھوٹی نبوت۔ مسیلمہ کذاب۔ سجع۔ اسود عنسی کی نبوت۔

رسول کریمؐ کے بے سروسامان جاں نثار

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ میں سے ستر کے قریب ایسے صحابی دیکھے۔ کہ ان میں سے کسی پر پورا لباس نہ تھا۔ کسی کے پاس تہبند تھی۔ تو اوپر کی چادر نہ تھی۔ اگر اوپر کی چادر تھی تو الگ تہبند نہ تھا۔ اسی چادر کو گردن میں باندھے ہوئے تھا۔ جو کسی کی تو ٹخنوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور کسی کی نصف پنڈلیوں تک۔ اور وہ بیچارہ ننگے ہونے کے ڈر سے کپڑے کو ہاتھ سے پکڑے رہتا تھا۔

(بخاری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۳۵-۳۶ قادیان دار الامان مورخہ یکم نومبر ۱۹۲۷ء جلد ۱۵

بانیٔ اسلام کے خلاف یورپ میں ناپاک پراپیگنڈا

جناب امام صاحب مسجد احمدیہ لنڈن کی طرف سے انسدادی تدابیر

(از ایڈیٹر)

چند ہی دن ہوئے شملہ کی یہ خبر اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ کہ:۔

"حکومت ہند نے بموجب سی کسٹم ایکٹ ایک کتاب موسومہ "محمدؐ کی سوانح بطور پیغمبر و انسان" مصنفہ آر۔ ایف ڈیل کا داخلہ ہندوستان میں ممنوع قرار دیدیا ہے"

جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ فرقہ وارانہ منافرت اور عداوت پیدا کرنے والی کسی ناپاک اور گندی کتاب کے متعلق جو ہندوستان میں فتنہ انگیزی کے لئے ہندوستان سے باہر شائع ہوئی ہو۔ اس قدر جلدی گورنمنٹ ہند کی قیام امن کے متعلق اپنے فرض کو بجا لانے کی یہ پہلی مثال ہے۔ اور گورنمنٹ ہند کی یہ مستعدی قابل تعریف اور لائق توصیف ہے۔ لیکن مسلمان یہ معلوم کر کے یقیناً خوش ہونگے۔ کہ دراصل یہ نتیجہ ہے۔ اس خردمندانہ کوشش اور سعی کا جو جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے احمدی مبلغ مقیم لنڈن نے اس شر انگیز کتاب کے متعلق ولایت میں کی۔

جناب مولوی صاحب موصوف کو جونہی اس کتاب کی اشاعت کا علم ہوا۔ انہوں نے فوراً ہز میجسٹی کے پرنسپل سکرٹری آف سٹیٹ فار دی ہوم ڈیپارٹمنٹ کی خدمت میں ایک مدلل اور پر زور مکتوب ارسال کیا۔ جس میں اس ایجی ٹیشن کا حوالہ دیتے ہوئے جو ہندوستان میں راجپال کی شر انگیز کتاب کی وجہ سے کیا گیا۔ لکھا:۔

"میں نہایت رنج اور دلی تکلیف کے ساتھ یور ایکسیلینسی کے حضور اس قسم کی ایک کتاب کے سلسلہ میں باریابی چاہتا ہوں جو ابھی دنوں لنڈن میں شائع ہوئی ہے۔ میں اس غصہ اور طوفان نفرت کو بیان نہیں کر سکتا۔ جو اس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں پیدا ہو جائیگا۔ ان گالیوں کا اعادہ کرتے ہوئے جو اس کتاب میں مقدس بانیٔ اسلام کو محض تعصب اور کینہ کی بنا پر دی گئی ہیں۔ میرا قلم کانپتا ہے۔ مگر چونکہ اس کی اشاعت امن عامہ کیلئے خطرناک ہے۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ یہ آپ کے نوٹس میں لائی جائے اور اس وجہ سے میں ذیل میں اس کے چند ایک اقتباس دیتا ہوں جن سے اندازہ ہو سکیگا۔ کہ یہ کتاب کیسی نفرت انگیز اور دل آزار ہے"

اس کے بعد اس کتاب کے چند ایک اقتباسات دئے گئے ہیں۔ جنہیں ہم یہاں درج کرنے سے اس لئے نظر انداز کرتے ہیں۔ کہ انہیں پڑھ کر ہر مسلمان کا خون کھولنے لگ جائیگا۔ اور اس کے لئے رشتہ صبر و تحمل کو تھامے رکھنا ناممکن ہو جائیگا۔

جناب مولوی صاحب نے اس کتاب کے متعلق اپنی تحقیقات کے نتائج سے گورنمنٹ برطانیہ کے ذمہ دار وزیر کو مطلع کرتے ہوئے لکھا:۔

"یہ قابل نفرت کتاب جسکا نام "محمدؐ" ہے۔ میسرز ہچنسن اینڈ کمپنی لنڈن نے شائع کی ہے۔ اور اس پر آر۔ ایف۔ ڈبل کا نام بطور مصنف درج ہے۔ یہ کوئی انگریزی نام معلوم نہیں ہوتا۔ اور کم از کم لنڈن ڈائرکٹریز میں نہیں ملتا۔

پبلشرز سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے جائز طور پر ایسی واقفیت بہم پہونچانے سے انکار کر دیا ہے ایک معزز انگلش مین نے مجھے بتلایا ہے۔ کہ اس کتاب کی زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر ملکی نے لکھی ہے۔

اس حصۂ دنیا کے مسلمانوں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے میں اس نہایت ناشائستہ اور ہتک آمیز کتاب کے خلاف زبردست پروٹسٹ کرتا ہوں کیونکہ اس سے تمام مسلمانوں کے احساسات بُری طرح مجروح ہونگے۔ جن کی نظروں میں اُن کے روحانی پیشوا کی عزت۔ تمام دنیا کی اشیاء سے زیادہ عزیز ہے۔ اور جس کے لئے ہر چھوٹا بڑا۔ امیر و غریب۔ مرد و عورت مسلمان اپنی جان تک قربان کر دینے پر طیار رہتا ہے۔ یور ایکسیلینسی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس نفرت انگیز کتاب سے مسلمانوں کے جذبات کس درجہ مشتعل ہونگے۔

امن عامہ اور انصاف کے نام پر میں جناب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس کتاب کو ضبط کیا جائے۔ اور پھر تحقیق کر کے اس کے اصلی مصنف کو معلوم کر کے اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ لیکن اگر یہ ناممکن ہو۔ تو مصنف کو مجبور کیا جائے۔ کہ وہ کھلے طور پر اس کے لئے معذرت کرے۔ جیسا کہ ۱۹۲۵ء میں "دی سٹار" نے ایک کارٹون کے سلسلہ میں کیا تھا"

اس کے ساتھ ہی جناب مولوی صاحب موصوف نے گورنمنٹ برطانیہ کو اپنا قانون ایسا جامع بنانے کی تحریک کی ہے جس کے رُو سے تمام مذاہب کے بانیوں اور بزرگوں کی عزت محفوظ رکھی جا سکے۔ چنانچہ آپ نے لکھا:۔

"مزید برآں میں سمجھتا ہوں۔ کہ رائج الوقت انگلش قانون اس طرح ہے۔ کہ یسوع مسیح کے خلاف ہتک آمیز کلمات کتاب مقدس پر تمسخر کرنا یا اس کے کسی جزو کی تحقیر کرنا یا ... کرنا ایسے جرم ہیں۔ جن کی سزا انگریزی عدالتوں میں جرمانہ قید اور بدنی سزا ہے۔ ایڈورڈ ششم کا ایک ایکٹ یہاں تک کہتا ہے۔ کہ ایسے اشخاص جو عشائے ربانی کو ہتک آمیز الفاظ سے یاد کرینگے۔ یا کسی اور رنگ میں بدنام کرینگے۔ وہ بھی قابل تعزیر ہونگے۔ لیکن دوسرے مذاہب کے پیرؤوں کی اس قسم کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں اور دنیا کے چیدہ مذاہب کے بانیوں کی عزت انگلینڈ میں محفوظ نہیں۔ حالانکہ وہ برِ اعظم جس کا کہ انگلینڈ مرکز ہے۔ تمام قسم کے مذاہب پر مشتمل ہے۔ قطع نظر اس امر کے کہ کئی ایک انگریز عیسائی مذہب کے سوا دوسرا مذہب رکھتے ہیں۔ چونکہ اس جگہ اکناف عالم سے لوگ آتے ہیں۔ اور اگر یہاں ایسی قبیح حرکات جاری رہیں۔ تو برطانیہ کے عکس کو تمام دنیا میں عموماً اور اس کی نو آبادیات میں خصوصاً صدمۂ عظیم پہونچیگا۔ دنیا نے پہلے ہی مذہبی عدم رواداری کے جنون کے ہاتھوں کافی نقصان اٹھایا ہے۔ اور انگلینڈ جیسے مہذب ملک کے قانون میں ایسی تفریق اور امتیاز نہایت ہی غیر منصفانہ۔ غیر ضروری اور غیر معقول ہے۔ اس لئے اس موقعہ پر میں تجویز کرتا ہوں۔ کہ قانون میں ایسی ترمیم کی جائے۔ کہ جس سے تمام دوسرے مذاہب کے پیرؤوں کے احساسات محفوظ رہ سکیں۔

یہ کم سے کم حسن اخلاق ہے۔ جو برِ اعظم کے باشندوں کے ساتھ روا رکھا جا سکتا ہے۔ اس سے عیسائیت کو کوئی نقصان

نہیں پہنچیگا۔ یسوع مسیح کی عزت ویسے ہی محفوظ رہیگی۔ مگر وہ ناانصافی جو انگلینڈ کے لئے قابل شرم ہے۔ برّاعظم کی کثیر آبادی کے احساسات کے شریفانہ احترام سے تبدیل ہو جائیگی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ یور ایکسی لینسی اس معاملہ پر فوری اور سنجیدگی سے غور کریں گے"۔

گورنمنٹ برطانیہ سے اس قسم کا قانون رائج کرانا جس کی طرف جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے نے توجہ دلائی ہے۔ بڑی جدوجہد اور خاص کوشش اور سعی چاہتا ہے۔ اور اگر اسلام کے خلاف اس قسم کی فتنہ انگیزیاں جاری رہیں۔ تو گورنمنٹ برطانیہ کو اپنے روایتی عدل و انصاف کو قائم رکھنے کیلئے آج نہیں تو کل۔ کل نہیں تو پھر کبھی ایسا قانون بنانے کے سوا چارہ نہ رہیگا۔ لیکن مسلمانوں کو دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ وہ ہندوؤں کی اس ناپاک سازش کو ناکام بنانے کیلئے کیا کر رہے ہیں۔ جو بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ذات کے خلاف ہندوستان سے شروع ہو کر یورپ تک اپنے قدم پسار چکی ہے۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ ہم نے اپنے ایک مضمون میں مسلمانان ہند کو اس خطرناک پراپیگنڈا کیطرف توجہ دلائی تھی۔ جو یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کی سازش سے یورپین لوگوں کے ناموں سے کیا جاتا ہے۔ اور بتایا تھا۔ کہ ہندو یورپین لوگوں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر ان سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کتابیں لکھوا کر یا لکھکر شائع کراتے ہیں۔ اور خود پس پردہ رہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ آر۔ ایف۔ ڈوبل کے نام سے شائع ہونے والی گندی اور دل آزار کتاب بھی اسی پراپیگنڈا کا جزو ہے جس کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔ اور جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے کی اس کتاب کے متعلق تحقیقات بھی اسی نتیجہ پر پہونچاتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو اس نام کے کسی معروف شخص کا باوجود سرگرم کوشش کے اُنہیں کوئی پتہ نہیں ملا۔ اور نہ کتاب شائع کرنے والی فرم نے اس کا کوئی پتہ بتانے کی جرأت کی ہے۔ اور دوسری طرف ایک مشہور اہل زبان نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔ کہ اس کتاب کی طرز تحریر غیر ملکی ہے۔ یعنی یہ کتاب کسی انگریز کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔

ان حالات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہندوؤں نے کچھ عرصہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرنے اور آپ کو بُرا بھلا کہنے کی جو منظم سازش ہندوستان میں شروع کر رکھی ہے۔ انگلینڈ میں شائع ہونے والی کتاب بھی اسی کا نتیجہ ہے۔

گورنمنٹ ہند نے تو دوراندیشی سے کام لیکر اس کا داخلہ ہندوستان میں بند کر دیا۔ لیکن وہ لوگ جو ہزارہا روپیہ صرف کر کے اس قسم کی کتابیں شائع کرا سکتے ہیں۔ ان کے لئے اس کتاب کا دنیا کے تمام ممالک میں پھیلا دینا۔ حتیٰ کہ مفت تقسیم کرا دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ پھر مسلمانوں نے اس خطرناک زہر کو دور کرنے اور اپنے مقدس اور پاک نبی کی عزت کو غلط اور جھوٹے اتہامات سے محفوظ رکھنے کی کوئی تجویز کی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس قسم کی گندی کتابوں کی اشاعت پر دنیا ان کے محض رونے دھونے اور چیخنے چلانے سے یہ یقین کر لینے کے لئے تیار نہیں۔ کہ انہیں اپنے ہادی اور اپنے آقا سے حقیقی اور صادقانہ محبّت ہے۔ اور نہ وُہ اس طرح ان گندے اعتراضات کو جھوٹا قرار دینے پر آمادہ ہو سکتی ہے۔ جو رسول پاک کی ذات اقدس پر دشمنانِ اسلام کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں اگر مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اپنی سچی محبت ثابت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی ذات کو تمام صفات حسنہ کا مجموعہ یقین کرانا چاہتے ہیں تو اس کی ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ کی مُبارک زندگی کے صحیح اور سچے حالات تمام یورپین زبانوں میں عموماً اور انگریزی زبان میں خصوصاً کثرت سے شائع کریں۔ تاکہ یورپین لوگ غلط اور جھوٹے اتہامات کی دلدل سے نکل کر سچائی اور صداقت کے میدان میں پہونچ سکیں۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔ جس کے لئے بہت سے سرمایہ اور بہت سے دماغوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو مل کر اس کے سرانجام دینے کی کوشش کرنی چاہیئے جس میں جماعت احمدیہ کے مبلغین مقیم لنڈن اور دوسرے اہل قلم اصحاب بھی ہر طرح امداد دینے اور حصہ لینے کے لئے تیار ہیں۔

منوسمرتی ضبط کرانیکی کوشش

ان اقوام میں جنہیں ہندوؤں نے صدیوں سے ذلیل و حقیر قرار دے رکھا ہے۔ زندگی کے آثار روز بروز نمایاں ہو رہے ہیں۔ اور وہ اس ذلت اور رسوائی کو بخوبی محسوس کرنے لگی ہیں۔ جو ہندو دھرم شاستروں نے اُن کی قسمت میں لکھ دی ہے۔ چنانچہ اخبارات میں شائع ہوا ہے۔

"مدراس ۱۸۔اکتوبر مسٹر راجہ ایم ایل اے کے زیر صدارت جو آدی دراوڑ کانفرنس ہُوئی۔ اس میں وہ ریزولیوشن پاس کئے گئے ہیں۔ جن میں اونچی ذات کے ہندوؤں کے آدی دراوڑوں کے غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک کے خلاف اظہار ناراضگی کیا گیا ہے۔ اور گورنمنٹ سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ وُہ منو کے دھرم شاستر کو ضبط شدہ قرار دے۔ (پرتاپ ۲۲۔اکتوبر ۲۷ء)"

منو کے شاستر میں خواہ دراوڑوں کے متعلق کس قدر ہی دل آزار اور تذلیل کن احکام پائے جاتے ہوں۔ وُہ گورنمنٹ جو "ستیارتھ پرکاش" کی سی دل آزار کتاب کے متعلق ضروری قدم اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ حالانکہ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے مذاہب کے پیرو بار بار اس کی طرف توجہ دلا چکے اور اپنے زخمی قلوب دکھا چکے ہیں۔ تو کس طرح امید کی جا سکتی ہے۔ کہ منو کے دھرم شاستر کو ضبط کر سکے۔

بایں وجہ اس پہلو سے تو کامیابی مشکل ہے۔ لیکن ایک اور رستہ کھُلا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ ایسی اقوام اسلام قبول کر لیں مسلمان ہو جانے پر کسی کی مجال نہیں۔ کہ انہیں ذلیل و حقیر خیال کر سکے اسلام ان کو ایسا ہی معزز بنا دیگا۔ جیسا کہ دوسرے مسلمان ہیں۔

اسلامی اخبارات کی فروگذاشت

معزز معاصر "انقلاب" نے روزانہ اسلامی اخبارات پنجاب کو ایک نہایت ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کیا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ سب اخبارات متفقہ اور متحدہ طور پر اس بات کے متعلق آواز بلند کیا کریں۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے فوائد اور حفاظت سے تعلق رکھتی ہو مسلم اخبارات میں اس قسم کا اتحاد اور یک جہتی ہونے کی وجہ سے مسلمان سخت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ان کی آواز میں کیسی سخت سے سخت مصیبت اور تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود اتنا اثر پیدا نہیں ہوتا۔ جتنا ہندوؤں کی آواز میں معمولی سے معمولی امر کے متعلق ہوتا ہے وجہ یہ کہ ہندو اخبارات ملکر بات کو اٹھانا اور شور ڈالنا جانتے ہیں مسلمان اخبارات کو جلد سے جلد اپنی اس فروگذاشت کے ازالہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور جو بات ایک اخبار اٹھائے اُسے مؤثر بنانے کیلئے دوسرے تمام مسلمان اخبارات کو پوری اور انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔

ہندو اور مس میو

ملاپ (۲۸۔اکتوبر) "ایک چودہ دن کی لڑکی کا دواہ" کی خبر شائع کرتا ہوا لکھتا ہے:۔ "مس میو کے حملوں کا جواب دینے والے ہندو ذرا اپنے گریبان میں مونہہ ڈالکر دیکھیں اور بتلائیں کہ اس قسم کی دودھ پیتی بچیوں کے دواہ کرنیوالی اور پھر اُنہیں دھوکہ کر لیکار دینیوالی قوم مہذب کہلا سکتی ہے۔" مگر ہم کہتے ہیں اس قسم کے دواہوں پر اعتراض کرنیوالے ہندو ذرا اپنے دھرم شاستروں کو کھولکر دیکھیں اور بتلائیں کہ ایسے دواہوں کا حکم دینے والا مذہب کیا کہلانے کا مستحق ہے۔

3

سود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ

مسلمان تجار کی مشکلات کا حل

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ ناظر تعلیم و تربیت

یوں تو بعض صورتوں میں سودی روپے کے اشاعت اسلام میں خرچ کئے جانے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ فتاوٰے احمدیہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اور اکثر احباب اس سے آگاہ ہونگے۔ لیکن حال میں ہی حضرت اقدس کا ایک خط میاں غلام نبی صاحب سیٹھی سے مہاجر ملا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۸ء میں سیٹھی صاحب کو اپنے دست مبارک سے لکھکر ارسال کیا تھا۔ جبکہ وہ راولپنڈی میں تجارت کا کام کرتے تھے۔ اس خط سے چونکہ سود کے مسئلہ کے متعلق بعض نئے پہلوؤں سے روشنی پڑتی ہے۔ اور مسلمان تجار کی بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے احباب کی اطلاع کے لئے یہ خط شائع کیا جاتا ہے۔ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علٰے رسولہ الکریم

محبی عزیزی شیخ غلام نبی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل کی ڈاک میں مجھ کو آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ کی اس نیک نیتی اور خوف الٰہی پر اللہ تعالیٰ خود کوئی طریق مخلصی پیدا کر دیگا۔ اس وقت تک صبر سے استغفار کرنا چاہئیے۔ اور سود کے بارہ میں میرے نزدیک ایک انتظام احسن ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جسقدر سود کا روپیہ آوے آپ اپنے کام میں اس کو خرچ نہ کریں۔ بلکہ اس کو الگ جمع کرتے جاویں۔ اور جب سود دینا پڑے اسی روپیہ میں سے دیدیں۔ اور اگر آپ کے خیال میں کچھ زیادہ روپیہ ہو جائے۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ روپیہ کسی ایسے دینی کام میں خرچ ہو جس میں کسی شخص کا ذاتی خرچ نہ ہو۔ بلکہ صرف اس سے اشاعت دین ہو۔ میں اس سے پہلے یہ فتوے اپنی جماعت کے لئے بھی دے چکا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو سود حرام فرمایا ہے۔ وہ انسان کی ذاتیات کے لئے ہے۔ حرام یہ طریق ہے۔ کہ کوئی انسان سود کے روپیہ سے اپنی اور اپنے عیال کی معیشت چلاوے یا خوراک یا پوشاک یا عمارت میں خرچ کرے یا ایسا ہی کسی دوسرے کو اس نیت سے دے کہ وہ اس میں سے کھاوے یا پہنے۔ لیکن اس طرح پر کسی سود کے روپیہ کا خرچ کرنا ہرگز حرام نہیں ہے۔ کہ وہ بغیر اپنے کسی ذرہ ذاتی نفع کے خدا تعالیٰ کیطرف رد کیا جاوے۔ یعنی اشاعت دین پر خرچ کیا جاوے قرآن شریف سے ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہے جو چیز اُس کی طرف آتی ہے۔ وہ پاک ہو جاتی ہے۔ بجز اس کے کہ ایسے مال نہ ہوں کہ انسانوں کی مرضی کے بغیر لئے گئے ہوں جیسے چوری یا رہزنی یا ڈاکہ۔ کہ یہ مال کسی طرح سے بھی خدا کے اور دین کے کاموں میں بھی خرچ کرنے کے لائق نہیں لیکن جو مال رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو۔ وہ خدا تعالےٰ کے دین کی راہ میں خرچ ہو سکتا ہے۔ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ہم لوگوں کو اسوقت مخالفوں کے مقابل پر جو ہمارے دین کے رد میں شائع کرتے ہیں۔ کسقدر روپے کیضرورت ہے۔ گویا یہ ایک جنگ ہے۔ جو ہم اُن سے کر رہے ہیں۔ اس صورت میں اس جنگ کی امداد کے لئے ایسے مال اگر خرچ کئے جاویں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ فتوے ہے۔ جو میں نے دیا ہے۔ اور بیگانہ عورتوں سے بچنے کے لئے آنکھوں کو خوابیدہ رکھنا اور کھول کر نظر نہ ڈالنا کافی ہے۔ اور پھر خدا تعالےٰ سے دعا کرتے رہیں۔ یہ تو شکر کی بات ہے۔ کہ دینی سلسلہ کی تائید میں آپ ہمیشہ اپنے مال سے مدد دیتے رہتے ہیں۔ اس ضرورت کے وقت یہ ایک ایسا کام ہے۔ کہ میرے خیال میں خدا تعالےٰ کے راضی کرنے کیلئے نہایت اقرب طریق ہے۔ سو شکر کرنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو توفیق دے رکھی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمیشہ آپ اس راہ میں سرگرم ہیں۔ ان عملوں کو اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے۔ وہ جزا دے گا۔ ہاں ماسوا اس کے دُعا اور استغفار میں بھی مشغول رہنا چاہیئے۔ زیادہ خیریت ہے والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۲۴۔ اپریل ۱۸۹۸ء۔ سُود کے اشاعت دین میں خرچ کرنے سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی انسان عمداً اپنے تئیں اس کام میں ڈالے بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کسی مجبوری سے جیسا کہ آپ کو پیش ہے۔ یا کسی اتفاق سے کوئی شخص سُود کے روپیہ کا وارث ہو جائے۔ تو وہ روپیہ اس طرح پر جیسا کہ میں نے بیان (کیا ہے) خرچ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ثواب کا بھی مستحق ہوگا۔ غ“

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس خط سے مندرجہ ذیل اصولی باتیں پتہ لگتی ہیں:۔

نمبر (۱) سودی آمد کا روپیہ سُود کی ادائیگی پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اگر حالات کی مجبوری پیدا ہو جائے اور سود دینا پڑ جاوے۔ تو اس کے واسطے یہی انتظام احسن ہے۔ کہ سودی آمد کا روپیہ سود کی ادائیگی میں خرچ کیا جاوے۔ مسلمان تاجر جو آجکل گرد و پیش کے حالات کی مجبوری کی وجہ سے سُود سے بچ نہ سکتے ہوں۔ وہ ایسا انتظام کر سکتے ہیں۔

نمبر ۲۔ سود کی آمد کا روپیہ باقی روپیہ سے الگ حساب رکھکر جمع کرنا چاہیئے۔ تاکہ دوسرے روپے کے حساب کے ساتھ مخلوط نہ ہو۔ اور اُسکا مصرف الگ ممتاز رکھا جا سکے۔

نمبر ۳۔ سُود کا روپیہ کسی صورت میں بھی ذاتی مصارف میں خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ کسی دوسرے کو اس نیت سے دیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اُسے اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرے۔

نمبر ۴۔ سودی آمد کا روپیہ ایسے دینی کام میں خرچ ہو سکتا ہے۔ جس میں کسی شخص کا ذاتی خرچ شامل نہ ہو مثلاً طبع و اشاعت لٹریچر مصارف ڈاک وغیر ذالک۔

نمبر ۵۔ دین کی راہ میں ایسے اموال خرچ کئے جا سکتے ہیں جنکا استعمال گو افراد کے لئے ممنوع ہو۔ لیکن وہ دوسروں کی رضامندی کے خلاف نہ حاصل کئے گئے ہوں۔ یعنی ان کے حصول میں کوئی رنگ جبر اور دھوکے کا نہ ہو۔ جیسا کہ مثلاً چوری یا ڈاکہ یا خیانت وغیرہ میں ہوتا ہے۔

نمبر ۶۔ اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ نازک حالت اس فتوے کی موید ہے۔

نمبر ۷۔ لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی شخص اپنے آپ کو عمداً سُود کے لین دین میں ڈالے۔ بلکہ مذکورہ بالا فتوے صرف اس صورت میں ہے۔ کہ کوئی حالات کی مجبوری پیش آ جائے۔ یا کسی اتفاق کے نتیجہ میں کوئی شخص سودی روپیہ کا وارث بن جاوے۔

نمبر ۸۔ موجودہ زمانہ میں تجارت وغیرہ کے معاملات میں جو طریق سُود کے لین دین کا قائم ہو گیا ہے۔ اور جس کی وجہ سے فی زمانہ بغیر سودی لین دین میں پڑنے کے تجارت نہیں کی جا سکتی۔ وہ ایک حالات کی مجبوری سمجھی جاوے گی۔ جس کے ماتحت سود کا لینا دینا مذکورہ بالا شرائط کے مطابق جائز ہوگا۔ کیونکہ حضرت صاحب نے سیٹھی صاحب کی مجبوری کو جو ایک تاجر تھے اور اسی قسم کے حالات اُن کو پیش آتے تھے۔ اس فتوے کی اغراض کے لئے ایک صحیح مجبوری قرار دیا ہے۔ گویا حضرت صاحب کا منشاء یہ ہے۔ کہ کوئی شخص سود کے لین دین کو غرض

و غایت بنا کر کاروبار نہ کرے۔ لیکن اگر عام تجارت وغیرہ میں گرد و پیش کے حالات کے ماتحت سودی لین دین پیش آجاوے۔ تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اور اسی صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ فتوےٰ دیا گیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ سُود میں ملوث ہونے کے اندیشہ سے مسلمان تجارت چھوڑ دیں۔ یا اپنے کاروبار کو صرف معمولی دوکانوں تک محدود رکھیں۔ جن میں سُود کی دقت بالعموم پیش نہیں آتی۔ اور اس طرح مخالف اقوام کے مقابلہ میں اپنے اقتصادیات کو تباہ کرلیں ✣

نمبر ۹۔ اس فتوے کے ماتحت اس زمانہ میں مسلمانوں کی بہبودی کیلئے بنک بھی جاری کئے جاسکتے ہیں۔ جن میں اگر حالات کی مجبوری کیوجہ سے سودی لین دین کرنا پڑے۔ تو بشرائط مذکورہ بالا حرج نہیں ✣

نمبر ۱۰۔ جو شخص اس فتوے کے ماتحت سودی روپیہ حاصل کرتا ہے اور پھر اسے دین کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ وہ اس خرچ کیوجہ سے بھی عند اللہ ثواب کا مستحق ہوگا ✣

نمبر ۱۱۔ ایک اصولی بات اس خط میں موجودہ زمانہ میں بے پردہ عورتوں سے ملنے جلنے کے متعلق بھی پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس زمانہ میں جو بے پردہ عورتیں کثرت کیساتھ باہر پھرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور جن سے نظر کو مطلقاً بچانا قریباً قریباً محال ہے اور بعض صورتوں میں بے پردہ عورتوں کے ساتھ انسان کو ملاقات بھی کرنی پڑ جاتی ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ایسی غیر محرم عورتوں کے سامنے آتے ہوئے انسان کو یہ احتیاط کرنی کافی ہے۔ کہ آنکھیں کھولکر نظر نہ ڈالے اور اپنی آنکھوں کو خوابیدہ رکھے یہ نہیں کہ سامنے بالکل ہی نہ آئے۔ کیونکہ بعض صورتوں میں یہ بھی ایک حالات کی مجبوری ہے ہاں آدمی کو چاہیئے کہ خدا سے دعا کرتا رہے۔ کہ وہ اُسے ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھے ✣

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں کسی ایسی عورت کیساتھ بات کرنے لگتے۔ جو غیر محرم ہوتی۔ اور وہ آپسے پردہ نہیں کرتی تھی تو آپکی آنکھیں قریباً بند سی ہوتی تھیں۔ اور مجھے یاد ہے کہ میں اس زمانہ میں لیں تعجب کیا کرتا تھا۔ کہ حضرت صاحب اس طرح آنکھوں کو بند کیوں رکھتے ہیں۔ لیکن بڑے ہوکر سمجھ آئی۔ کہ وہ دراصل اسی حکمت سے تھا۔

نمبر ۱۲۔ ایک بات حضرت صاحب کے اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ نازک وقت جو اسلام اور مسلمانوں پر آیا ہُوا ہے۔ اسمیں سب اعمال سے بہتر عمل اسلام کی خدمت و نصرت ہے۔ اور اس سے بڑھکر خدا تک پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں

اس خط میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے۔ کہ جو نوٹ حضرت اقدس نے اس خط کے نیچے اپنے دستخط کر چکنے کے بعد لکھا ہے۔ اسکے اختتام پر حضرت صاحب نے بجائے پورے دستخط کے صرف ۔غ۔ کا حرف درج فرمایا۔ جیساکہ انگریزی میں قاعدہ ہے کہ نام کا پہلا حرف لکھ دیتے ہیں ✣

نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب منشی قاسم علی خاں صاحب۔ رامپوری

مظہرِ اسرارِ قدرت مظہرِ ربِّ جلیل
ہیں دو عالم میں محمدؐ بے نظیر و بے عدیل

بدرِ اخلاق و تلطف خاورِ حسنِ جمیل
معدنِ لعلِ حقیقت نورِ حق کے سلسبیل

مصدرِ جود و سخا و مخزنِ فیض و عطا
چشمۂ آبِ بقاؤ ہستئ حق کی دلیل

شہسوارِ توسنِ عزم صراطِ مستقیم
تاجدارِ عرشِ استقلال رہبرِ جبرائیل

جس کا دل گھائل ہُوا دل سے وُہی مائل ہُوا
جوہرِ تیغِ زباں سے کُند تھی تیغِ اصیل

مامنِ مظلوم و بیکس۔ ملجاءِ مسکیں فقیر
دستگیرِ خستہ حالاں چارہ سازِ ہر علیل

دینِ حق کیواسطے کیا کیا نہ تن پر دُکھ سہے
وُہ کفِ پائے مبارک اُس میں وُہ خارِ مغیل

بادِ صرصر کی لپٹ وُہ شعلہ زارِ ریگ رواں
خشک میدانِ عرب وُہ سایۂ برگِ نخیل

ہر طرف طوفانِ جہل اور راہ وہ دشوار تر
وُہ کڑی دیں کی منازل اور یہ بے ساماں رحیل

ہموطن ساتھی نہ تھے۔ ہمدرد خویش و اقربا
تھے درندے شکلِ انسانی میں اشرار و بخیل

حضرتِ آدم سے ابتک لاکھوں ہیں مقتولِ عشق
کون معشوقِ ازل کا ہے محمدؐ سا قتیل

وُہ ہُوئے ماضی محمدؐ آج بھی آئینہ ہے
قادیاں میں دیکھئے آکر کہ ہے اُس کا مثیل

جُز خدائے پاک کس سے ہو محمدؐ کی ثناء
مختصر ہے عمرِ انساں اور یہ میداں طویل

ہے حکیمِ مطلق اُس کے کام کا خود کارساز
شانِ حق ہیں آج بوجہل اس کے کاموں میں دخیل

مالکِ ملکِ سُلیماں بھی ہے گو اے بوالہوس
یاد رکھ انجام آخر اُس کا ہے سدرِ قلیل

بادشاہِ قدس پر یہ طعنہ ہائے نا روا
شیرِ حق پر منہ نہ کھول اے روبہِ زار و ذلیل

ہے نرا زر دوستی کثرت و اموال پر لٹو
دینِ احمدؐ کا خدائے پاک ہے ہر دم کفیل

تو ہے شپرِ نورِ قرآں سے تو سن پہلوں کا حال
قصۂ فرعونیاں۔ اخبار قومِ اسرائیل

کیا خدا کے دوستوں سے دشمنی پھولی پھلی
کیا نہیں شاہد زبانِ حال سے دریائے نیل

کور باطن تو مقابل پر تولا کوئی حسیں لٹو
حسنِ ہمدردیِ انساں میں محمدؐ سا شکیل

گالیاں مت بک پلید ابن پلید ابن پلید
آؤ میداں میں کہ کھل جائے تیری سب قال و قیل

اے مسلمانوں خدارا خوابِ غفلت سے اٹھو
گونج اٹھا ہے فضائے ملک میں طبل الرحیل

کیسے بوجھل ہو گئے جنبش نہیں کھاتے ذرا
کیا نہیں حبِّ محمدؐ مصطفےٰ اجرِ ثقیل

دین محتاجِ خدا ہے اور تم محتاجِ دیں۔
اُس کا تو حافظ ہے وُہ جو ہے خدا نعم الوکیل

آتشِ کفر اے خُدا نورِ محمدؐ سے بجھا دو
درمیاں دینِ حنیف اور چار سو نارِ خلیل

اے خُدا حضرت محمدؐ مصطفٰے کا واسطہ
فضل سے اپنے تو ہو اسلام و مسلم کا کفیل

قادیانی ہوں غلامِ حضرتِ محمودؐ ہوں
اے خدا کرنا نہ روزِ حشر رسوا و ذلیل

شریعت کے کسی حکم کو چھوٹا نہ سمجھو

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ناظر تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ)

گذشتہ مجلس مشاورت جو اپریل ۱۹۲۷ء میں قادیان میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں ایک امر نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے یہ بھی پیش ہُوا تھا کہ جو احمدی کہلانے والے لوگ شریعت کے ان احکام کی پابندی اختیار نہیں کرتے جو انسان کے ظاہری شعار کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً ڈاڑھی کا رکھنا وغیر ذالک۔ انکے متعلق کیا طریق اختیار کیا جائے۔ یعنی اگر وہ باوجود بار بار کی پند و نصیحت کے ڈاڑھی نہ رکھیں۔ تو آیا ان کے متعلق کوئی سرزنش کا پہلو اختیار کرنا مناسب ہوگا یا نہیں۔ اور اگر مناسب ہوگا۔ تو کیا۔ اس کے متعلق مجلس مشاورت نے بعض تجاویز پیش کیں جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے منظور فرمایا۔ اور جو انہی دنوں میں الفضل میں شائع کر دی گئی تھیں مگر ان تجاویز کے منظور فرمانے کے ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اس مسئلہ کے متعلق نظارت تعلیم و تربیت کو چاہیئے کہ مضامین وغیرہ کے ذریعہ جماعت میں یہ احساس پیدا کرے کہ وہ اپنی ظاہری صورتوں کو بھی آنحضرت صلعم کے منشاء مبارک کے مطابق بنائیں۔ اور شریعت کے کسی حکم کو بھی چھوٹا سمجھ کر نہ ٹالیں بلکہ سب کی پابندی اختیار کریں۔ تا کہ اعلیٰ درجہ کے مومنین میں ان کا شمار ہو۔ اور خدا کی نعمت کا کوئی دروازہ بھی ایسا نہ رہے جو ان پر بند ہو۔ سو اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے خاکسار اپنے احباب کے سامنے یہ چند سطور پیش کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ میری اس عرضداشت کی طرف پوری پوری توجہ کریں گے اور اپنے نمونہ سے یہ ثابت کر دیں گے۔ کہ اطاعتِ رسول کے لئے ان کے اندر ایک ایسا شوق اور ولولہ موجود ہے کہ اس علم کے ہونے بعد کہ کوئی ارشاد آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے نکلا ہے دنیا کی کوئی روک جسے شریعت روک نہیں قرار دیتی۔ ان کو اسکی تعمیل سے باز نہیں رکھ سکتی۔

سب سے پہلے جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک اصولی بات ہے اور وہ یہ کہ بیشک شریعت کے احکام میں تفاوت ہے اور کوئی عقلمند ان میں مدارج کے وجود کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور ڈاڑھی کا رکھنا یقیناً ان اصولی باتوں میں سے نہیں ہے۔ جن پر انسان کی روحانی زندگی کا بلاواسطہ دارومدار ہے لیکن باینہمہ اس میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ شریعت کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں سمجھا جا سکتا۔ دراصل چونکہ شریعت کا یہ منشاء ہے کہ وہ ہر جہت سے انسان کو کامل بنائے اور تمام ان امور کی طرف توجہ کرے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی پر اثر پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے خداوند تعالےٰ نے شریعت میں صرف اصولی باتوں کو ہی داخل نہیں فرمایا۔ بلکہ بعض فروعی امور میں بھی ہدایات جاری کی ہیں۔ اور یہ سب انسان کی روحانی حیات کے لئے کم و بیش ضروری ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے صرف ان باتوں کو شریعت میں داخل کرنے سے احتراز کیا ہے۔ جو انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی سے اس قدر دُور کا تعلق رکھتی تھیں۔ کہ ان میں دخل انداز ہونا فائدہ کی نسبت نقصان کے زیادہ احتمالات رکھتا تھا۔ یا جن کے متعلق انسان اپنے ظاہری علوم کی بنا پر خود طریق ثواب اختیار کر سکتا تھا۔ اور اس لئے انکے متعلق احکام جاری کرنا بیفائدہ قیود کا پیدا کرتا تھا۔

دراصل جیسا کہ عیسائیت بیان کرتی ہے (گو وہ اس معاملہ میں حد اعتدال سے بہت تجاوز کر گئی ہے) شریعت کے احکام کے متعلق ایک پہلو نقصان کا بھی ضرور موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ شریعت کے احکام کے توڑنے سے انسان مجرم اور گنہگار بنجاتا ہے اور اسی لئے اسلام نے نہایت حکیمانہ طور پر اس معاملہ میں اعتدال کے طریق کو اختیار کیا ہے۔ اور شرعی احکام صرف اس حد تک جاری کئے ہیں کہ جس حد تک بالکل ضروری اور لابدی تھے۔ اور باقی امور میں انسان کو اسکی عقل خداداد اور شریعت کے اصولی قیاس پر چھوڑ دیا ہے۔ تا کہ وہ خود اپنے لئے اپنا راستہ بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں شریعت کو ایک رحمت قرار دیا ہے۔ اور دوسری طرف اسی قرآن میں خود فرمایا ہے کہ زیادہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں مسئلے نہ پوچھا کرو۔ تا کہ تمہارے لئے تفصیلی احکام نازل ہو کر تنگی کا موجب نہ بنیں۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر شریعت سراسر رحمت ہی رحمت ہے تو پھر اس روک کے کیا معنی ہیں؟ کیا نعوذ باللہ خدا اس رحمت کے دائرہ کو ہم پر تنگ کرنا چاہتا ہے کہ اس نے ہمیں شریعت کے احکام کے نزول کے محرک بننے سے روک دیا ہے؟ اس ظاہری تضاد کا یہی حل ہے کہ شریعت بیشک ایک رحمت ہے لیکن شریعت کے ساتھ ایک پہلو عذاب کا بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ شریعت کے احکام کو توڑنا خدا کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اگر بعض تفصیلی امور جو طریق بود و باش اور تمدن وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں شریعت دخل انداز ہو تو یہ عذاب کا پہلو رحمت کے پہلو پر غالب ہو جاتا ہے یعنی ان کے ماننے میں فائدہ کا پہلو اتنا غالب نہیں ہوتا۔ جتنا ان کے نہ ماننے میں (اگر وہ شریعت کا حصہ بن جائیں) نقصان کا پہلو غالب ہوتا ہے اور اسی لئے جب شریعت ان تفصیلات کی حد کو پہنچتی ہے۔ تو کمال حکمت سے وہ آگے جانے سے رک جاتی ہے اور لوگوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہے کہ اپنی عقل خداداد اور شریعت کے قیاس کے ماتحت خود اپنے واسطے ان تفصیلات میں طریق عمل قائم کریں۔

اس جگہ اس بات کا بیان بھی ضروری ہے کہ درحقیقت کسی شرعی حکم کے توڑنے میں دو قسم کا نقصان۔ اور اس کے مان لینے میں دو قسم کا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک فائدہ یا نقصان تو یہ ہے کہ چونکہ ہر شرعی حکم کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور اپنے اندر بعض طبعی خواص رکھتا ہے اس لئے اس کا مان لینا وہ نیک اثرات پیدا کرتا ہے جو اس کا طبعی نتیجہ ہیں اور اسی طرح اس کا نہ ماننا وہ بد اثرات پیدا کرتا ہے جو طبعی طور پر اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے چاہئیں۔ اور دوسرا فائدہ یا نقصان یہ ہے کہ چونکہ خدا کا یہ حکم ہے کہ شریعت کی پابندی اختیار کی جائے۔ اس لئے کسی شرعی حکم کا مان لینا قطع نظر اس کے فائدہ کے خدا کی رضا کا موجب اور اس کا نہ ماننا قطع نظر اس کے نقصان کے خدا کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے تفصیلی امور کو شریعت کا حصہ بنانے سے احتراز فرمایا ہے۔ جن کے اختیار کرنے میں کوئی بڑے فوائد مترتب نہیں ہو سکتے۔ مگر ان کے ترک کرنے میں خدا کی ناراضگی کا پہلو ضرور موجود ہے۔ تا کہ کمزور لوگ ان امور میں نافرمانی کر کے خدا کی ناراضگی کا نشانہ نہ بنیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ شریعت نے صرف انہی امور میں دخل دیا ہے جن میں دخل دینا انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے ضروری اور لابدی تھا۔ اور باقی امور میں انسان کو اختیار دے دیا ہے۔ کہ وہ خود اپنا طریق عمل قائم کرے اور اس لئے درحقیقت شریعت کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور گو احکام میں تفاوت ضرور ہے لیکن سب احکام یقیناً ایسے ہیں جو انسان کے اخلاق و روحانیت پر بالواسطہ یا بلاواسطہ معتدبہ اثر ڈالتے ہیں۔ پس اگر کسی بات کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ایک شرعی حکم ہے تو کسی مومن کے لئے ہرگز یہ زیبا نہیں کہ وہ یہ سوال اٹھائے کہ یہ حکم چھوٹا ہے۔ اس لئے اس کے ماننے کی چنداں ضرورت نہیں یا یہ کہ اس بات کو دین و ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ہستی جس نے ہمارے لئے دین و ایمان کا نصاب مقرر فرمایا ہے اور جس کے سامنے جا کر ہم نے کسی دن اس نصاب کا امتحان دینا ہے وہ جب کسی بات کو ہمارے دین و ایمان کا حصہ قرار دیتی ہے تو ہمیں کیا حق ہے کہ ہم اسے لاتعلق سمجھ کر ٹال دیں اور اگر ہم اپنی نادانی سے ایسا کر بیٹھیں تو نقصان اُٹھائیں گے۔ کیونکہ ہمارا ممتحن ہمارے خیال کے مطابق ہمارا امتحان نہیں لیگا۔ بلکہ اس نصاب کے مطابق لے گا۔ جو اس نے مقرر کیا ہے۔

اندریں حالات بحث طلب امر صرف یہ رہ جاتا ہے کہ آیا

کوئی بات شریعت کا حصہ ہے یا نہیں یا موجودہ بحث کے لحاظ سے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ آیا داڑھی کا رکھنا شریعت کا حصہ قرار پاتا ہے یا نہیں سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر وہ بات جسے آنحضرت صلعم نے خود کیا ہے اور اس کے کرنے کا اپنی اُمت کو حکم دیا ہے وہ شریعت کا حصہ ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی واضح قرینہ موجود نہ ہو۔ اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ شارع جس کام کو کرے اور اس کے کرنیکا حکم دے وہ شریعت کا حصہ ہونی چاہیئے۔ ہاں البتہ ایسی باتوں کے متعلق اختلاف ہے جنکو شارع نے خود تو کیا ہے مگر انکے کرنیکا حکم نہیں دیا۔ یا جنکے متعلق شارع نے بعض صورتوں میں ہدایت تو دی ہے لیکن خود انکی پابندی اختیار نہیں کی۔ کیونکہ ان دونو صورتوں میں شبہ کا احتمال ہے کہ ممکن ہے وہ شارع کی ذاتی خصوصیت یا ذاتی میلان طبع کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں اور دین کا حصہ نہ ہوں۔ اور اسی طرح بعض اور باتوں کے متعلق بھی اشتباہ کا پہلو ہو سکتا ہے کہ کیا وہ شریعت کا حصہ ہیں یا نہیں اور اسی لئے انکے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر بہر حال یہ مسلم ہے کہ جس بات کو شارع نے کیا اور اس کے کرنے کا حکم دیا وہ شریعت کا حصہ ہے بشرطیکہ کوئی واضح قرینہ اس کے خلاف موجود نہ ہو ✣

اب اس تشریح کے لحاظ سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی کا رکھنا شریعت اسلامی کا حصہ ہے کیونکہ اسکے متعلق آنحضرت صلعم کی سنت اور آپ کا حکم دونو واضح طور پر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور حدیث شریف سے یہ ہر دو باتیں ثابت ہیں یعنی اول یہ کہ آپکی داڑھی تھی چنانچہ آپ کے متعلق حدیث میں کثّ اللحیۃ کے الفاظ آتے ہیں یعنی آپکی داڑھی گھنی تھی۔ اور اسی قسم کی اور بہت سی احادیث ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ آپ نے اپنی اُمت کو یہ ارشاد فرمایا کہ داڑھی رکھا کرو چنانچہ آپ فرماتے ہیں احفوا اللحی وقصّوا الشوارب یعنی "داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹ کر چھوٹا کرو"۔ اور یہی حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ بعض غیر مسلم لوگ آپ کے سامنے آئے جنکی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں انکو دیکھ کر آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور دوسری طرف اسبات کے متعلق قطعاً کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ آپ کا یہ تعامل اور آپکا یہ ارشاد یونہی ایک ذاتی پسندیدگی کے اظہار کے طور پر تھا اور دین کا حصہ نہیں ہے۔ اور سنت کے لحاظ سے دیکھیں تو آنحضرت صلعم پر ہی بس نہیں۔ بلکہ جتنے بھی نبی دُنیا میں گذرے ہیں اور انکی تاریخ محفوظ ہے ان سب کی داڑھیاں تھیں۔ چنانچہ حضرت ہارون کی داڑھی کا تو قرآن شریف میں بھی ذکر ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی داڑھی کو لاکھوں احمدی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ ان حالات کوئی مسلمان اور خصوصیت کے ساتھ کوئی احمدی ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ داڑھی رکھنا شریعت اسلامی کا حصہ نہیں ہے ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ احکام کے مدارج میں اختلاف ہے اور داڑھی کے حکم کو ہم قطعاً ان اہم احکام میں شمار نہیں کر سکتے جن پر انسان کی رُوحانی زندگی کا بلا واسطہ دار و مدار ہے مگر بہر حال اس کا انکار نہیں کہ وہ شریعت کا حصہ ہے اور اب کوئی مومن اس حکم کو چھوٹا کہہ کر ٹال نہیں سکتا۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ چھوٹی باتوں کو شریعت نے اپنے دائرہ میں شامل نہیں کیا۔ اور جنکو شامل کیا ہے وہ چھوٹی نہیں ہیں ✣

(باقی پھر)

مادر ہند مؤلفہ مس میو

(از جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے۔ ایڈیٹر ریس رائیز)

آجکل اس کتاب کے متعلق ہندو اخبارات میں بہت شور ہے۔ چنانچہ احاطہ بمبئی کی مجلس وضع قوانین میں اسکے متعلق سوالات بھی ہو چکے ہیں مسٹر اینڈریو نے بھی جو ہندوستانی معاملات میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اسے پسند نہیں کیا لیکن بڑی وجہ جو انہوں نے پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اس کتاب کے بعض ایک فقرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مس میو ہندوستانیوں کو من حیث القوم یورپین اقوام سے ادنیٰ خیال کرتی ہے چنانچہ جہاں اس نے سرخ اقوام کا ذکر کیا ہے جنکو انگریزی زبان میں   ایڈ انڈین یا عام طور پر انڈین کہا جاتا ہے۔ وہاں اس نے لکھا ہے کہ ہمارے انڈین اور برٹش انڈین گویا ان الفاظ میں ایک قسم کا طنز اور تحقیر پائی جاتی ہے اسمیں شک نہیں کہ اس کتاب میں اس امر پر بہت زور دیا گیا ہے کہ ہندوستانی سوراج کے مستحق نہیں لیکن جیسا کہ خود مؤلفہ نے اقرار کیا ہے یہ مضمون صرف جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔ اصل غرض انکی یہ ہے کہ جبتک ہندوستان کے اندر وہ سوشل کمزوریاں موجود ہیں۔ جن کا وہ ذکر کرتی ہے۔ اسوقت تک ہندوستان کسی خود مختار حکومت کا مستحق نہیں۔ اس کتاب کے متعلق ہمارے ہندوستانی پولیٹیکل اخبارات کے صفحوں میں اس شبہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ انگلستان میں جو پارٹی برسر اقتدار ہے۔ چونکہ اس کے اکثر ممبر استبداد کے زیادہ قایل و عامل ہیں اس لئے وہ نہیں چاہتے۔ کہ ہندوستانیوں کو کوئی مزید اختیارات ملیں۔ یا حکومتی کاروبار میں جو ہندوستانیوں کے راستہ میں مشکلات حائل ہیں۔ انمیں کسی قسم کی تخفیف پیدا کی جائے۔ اور اب چونکہ دس سالہ تجربہ اصلاحی ختم ہو چکا ہے۔ اور اس امر کے لئے کہ آیا ہندوستانیوں نے مزید اختیارات حاصل کرنے کے لئے اپنی کس قسم کی اہلیت ثابت کی ہے۔ ولایت سے ایک کمیشن آنے والا ہے۔ جسکی رپورٹ پر اہل انگلستان آیندہ کے پروگرام کے متعلق فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان اہل استبداد نے اس کتاب کو اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ تاکہ مہذب دنیا ان حالات کو پڑھ کر ہندوستان پر نفرین کریں۔ اور ہندوستانیوں کی آزادی پر اور سخت جکڑ بندیاں عائد کی جائیں ✣

ہم نہیں جانتے کہ اس بیان میں کہاں تک صحت و راستی پائی جاتی ہے اسمیں شک نہیں کہ اس کتاب کی خاص طور پر تمام مہذب ممالک میں خاص کر   انگریزی بولنے والے ممالک اور انگریزی نوآبادیوں میں خوب اشاعت ہوئی ہے اور اگر اس کتاب کی اشاعت میں کسی پارٹی یا حکومت کا کوئی دخل نہیں۔ تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ کسی خاص غرض کے ماتحت کسی صاحب غرض نے ایسا ضرور کروایا ہے۔ ہمارا اپنا خیال بھی یہی ہے کہ انکی تہ میں کسی پارٹی کے فنڈ ہیں۔ خواہ اس پارٹی کا حکومت سے تعلق ہو یا نہ ہو۔ تاہم اس میں کلام نہیں کہ جن واقعات کی طرف اس کتاب میں اشارہ کیا گیا ہے یا جنپر مجمل یا مفصل طور پر بحث اُٹھائی گئی ہے وہ اس قابل نہیں کہ انپر یونہی سرسری طور پر سے انسان گذر جائے۔ کیونکہ واقعات کے ساتھ اعداد و شمار۔ اور خود ہندوستان کے چوٹی کے لیڈروں کے قول و اقرار درج ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور پرائیویٹ رپورٹوں کا جس جانفشانی سے حوالہ و خلاصہ دیا گیا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ مؤلفہ نے نہایت محنت اور جانکاہی سے کام لیا ہے خود مس میو کا اپنا بیان ہے کہ وہ ہندوستان کے شمال سے لے کر جنوب تک اور مشرق سے لیکر مغرب تک پھری ہے۔ گاؤں میں اور جھونپڑیوں میں۔ محلات میں اور درباروں میں۔ پہاڑوں اور میدانوں اونچے اور نیچے ادنیٰ و اعلیٰ۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ۔ مذہبی و غیر مذہبی سیاسی اور تمدنی تمام حالات کا اس نے مطالعہ کیا ہے ہر قسم کے لوگوں سے ملی ہے۔ مذہبی عبادت گاہوں کو اس نے جگہ بہ جگہ دیکھا ہے۔ لوگوں سے خود دریافت کیا ہے بحثیں کی ہیں۔ تب وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے جس کو وہ کتاب کی شکل میں پیش کر رہی ہے ✣

پس محض اس عذر پر اس کتاب کو ٹھکرا دینا کہ وہ کسی پولیٹیکل مصلحت کے ماتحت لکھی گئی ہے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کتاب ہندو مذہب۔ ہندو تہذیب۔ ہندو تمدن و سیاست اور ہندو سوشل و اخلاقی حالت پر خطرناک حملہ ہے جس کا جواب ہندو قوم کے پاس بالکل نہیں۔ اس لئے ہندوؤں نے اپنی عادت قدیمہ کے ماتحت ایک شور محشر برپا کر دیا ہے تاکہ گورنمنٹ رعب میں آجائے اور ہندوؤں کے اصلی حالات انگریزی خواں طبقہ سے چھپے رہیں ہندو اخبار نویسوں نے یہاں تک کوشش کی ہے کہ کسی طرح مسلمان بھی انکے جھگڑے میں آجائیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے طور پر ایک تار اس مضمون کی بھی شائع کرا دی ہے کہ اس کتاب کی جو ایڈیشن امریکہ میں شائع کی گئی ہے اس میں اسلام کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا گیا ہے۔ حالانکہ خود اس کتاب میں بھی مسلمانوں کے خلاف لکھا ہے اور سمجھ نہیں آتی۔ اگر مس میو نے کچھ اور ان کے خلاف لکھنا تھا۔ تو اسکے راستہ میں کونسی روک تھی جبکہ وہ ہندوستان کے سب سے زیادہ طاقتور دولتمند اور صاحب علم حصہ کے خلاف اس زور شور سے قلم اُٹھا سکتی تھی۔ تو مسلمان غریب کس شمار و قطار میں تھے کہ ان سے وہ ڈر گئی۔ اس کتاب میں بھی اس نے مسلمانوں پر وہی الزام لگائے ہیں۔ جو پادریوں نے اپنی کتب میں اسلام پر لگائے ہیں۔ اور اگر اس کتاب کی غرض یہ تھی کہ ہندوستانیوں کو حکومت خود اختیاری نہ ملے۔ تو پھر زیادہ ضرورت تو انگلستان اور انگریزی نوآبادیوں میں تھی۔ تاکہ ہندوستان کی ہر دو قوموں کے خلاف کڑے سے کڑے الزامات کا ایک طومار قائم کر دیا جاتا۔ کس کی سمجھ میں یہ بات تو آئے۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتی کہ مسلمانوں کے خلاف لکھ کر بھی پھر کونسی چیز مس میو کے لئے مانع تھی کہ وہ مزید باتیں مسلمانوں کے

خلاف لکھکر بھی پھر کونسی چیز مس میو کے لئے مانع تھی۔ کہ وہ مزید باتیں مسلمانوں کے خلاف نہ لکھتی۔ ضرورت پڑے گی تو ہم انشاء اللہ ان امور کے متعلق مفصل لکھیں گے۔ لیکن چونکہ مس میو نے ان کے متعلق اعداد وشمار کچھ نہیں دئے اور نہ ہی کسی تاریخ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ اس لئے محض اس کے ان ادعاء کا جو اُس نے یا دریوں کے رنگ میں اسلام کیخلاف کئے ہیں۔ فی الحال جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان امور کو اس نے بنیادی قرار بھی نہیں دیا۔ جن امور کو اس نے اٹھایا ہے۔ وہ ہندوؤں کی مذہبی رسوم ہیں۔ اس لئے ناظرین الفضل کی دلچسپی کے لئے ان میں سے بعض کا اقتباس یہاں دیا جاتا ہے جو دوست انگریزی خوان ہوں۔ ان کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ یہ کتاب ان کے اپنے طور پر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مس میو نے کوئی نئی بات لکھی ہے یا کوئی خاص مصالحہ جمع کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس سے بہت بڑھ چڑھکر خود ہندو سوشل ریفارمروں نے لکھا ہے خاصکر سوامی دیانند صاحب۔ راجہ رام موہن رائے۔ سوامی وویکانند۔ مسٹر گوکھلے۔ سوامی گاندھی جی۔ ایشور چندر وویا ساگر اور بیسیوں دیگر ہندو مصلحین نے تقریر وتحریریں ان امور پر وہ کچھ لکھا ہے۔ کہ بلحاظ میٹریل یا خاص مطالعہ کے مس میو کی کتاب ان سے کچھ لگا نہیں کھا سکتی۔ لیکن مولفہ نے اپنی کتاب میں خاص امریکن طرز تحریر کو استعمال کیا ہے۔ اس لئے پڑھنے والوں کیلئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مس موصوفہ کا خیال ہے۔ کہ ہندوؤں کے تمام جسمانی اور روحانی دکھوں کی بنیاد ان کی جسمانی حالت پر موقوف ہے اگر ہندوستان میں غربت ہے بیماری وو با کا دور دورہ ہے۔ جہالت وسیاسی کمزوری ہر طرف عیاں۔ افسردگی۔ ناکارہ پن ظاہر اور خاصکر اس امر کا احساس کہ مہذب اقوام کی نگاہ میں ذلیل وخوار ہیں۔ تو ان تمام کی تہ میں صرف ایک ہی بات کام کر رہی ہے۔ اور وہ جسمانی کمزوری ہے۔ جسکی بڑی وجہ ہندو مذہب کی وہ تعلیم ہے۔ جس کا خمیر ہر ہندو کے اندر سرایت کر چکا ہے آٹھ سال سے لیکر ۱۴ سال کے اندر تک ہر عورت کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ خاوند کے گھر میں جائے اور اپنے انتہائی فرض کو پورا کرے۔ یعنی خاوند کے لئے اولاد جنے۔ ۱۴ سال انتہائی عمر اب سرکاری قانون کے ماتحت ہے ورلا ہندو شاستروں کے رو سے تو آٹھ سال بلکہ اس سے بھی کم کے لئے ضروری ہے۔ اور سادھوؤں اور برہمنوں کی خدمت کیلئے پانچ سال کی عمر تک اس کے بالمقابل خاوند خواہ بچہ ہو اور گودوں میں پل رہا ہو یا پکر پچپن سالہ رنڈوا ہو۔ ہر دو صورتوں میں اولاد کشی کے بالکل نااہل۔ عورت ومرد کے آپس میں کے تعلقات کے ابھارنے

کیلئے جابجا شولنگ اور پاربتی کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ پھر مندروں اور شوالوں میں ہر ایک قسم کی فحش سے فحش تصویریں مادر زاد ننگے مرد وزن۔ کوک شاستر کے تمام آسن اگر کہیں عجیب طور پر بالتصویر مل سکتے ہیں۔ تو وہ صرف شوالوں میں۔ محلات میں بازاروں میں۔ گلی اور کوچوں میں شولنگ کی تصویر اور ہزارہا مرد وعورت کا جمع ہونا۔ بچپن ہی میں جب انسان اس قسم کے حالات میں سے گذرنے لگتا ہے۔ تو قدرتی امر ہے۔ کہ اس کی طبیعت پر ان تمام امور کا گہرا اثر پڑے پھر جب مذہب بھی ان امور کی اجازت دیتا ہو۔ تو نتیجہ عیاں ہوگا۔ ہندو مت میں ایسے ایسے فرقے بھی پیدا ہوئے جو مرد وعورت کے بھوگ کو اعلےٰ درجہ کی عبادت سمجھتے ہیں۔ خاصکر نشہ شراب کیحالت میں۔ جبکہ وہ محرمات سے بھی پرہیز نہ کر سکیں۔ اس قسم کے لوگوں کو وام مارگ کہتے ہیں۔ اور ان خیالات کے لوگ کثرت سے ہندو سوسائیٹی میں پائے جاتے ہیں۔ پھر شو کے پجاری بھی ان کے بھائی ہیں۔ یہ تو مس موصوف کے نزدیک ان پرانے مذہبی خیالات کا اثر ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ موجودہ ہندو مذہب کے مہذب کہلانے والے فرقے بھی خاص کر آریہ سماج اس بد اثر سے اپنے آپ کو روک نہیں سکا۔ چنانچہ جہاں رشی دیانند نے بدھوا وواہ کی مخالفت کی ہے۔ وہاں نیوگ کی اسقدر تائید کی ہے۔ کہ کہہ دیا ہے۔ کہ نرینہ اولاد کے نہ ہوتے ہوئے ایک عورت کو حق حاصل ہے کہ اپنے پتی کے جیتے جی اور اُسکی اجازت سے گیارہ تک مردوں سے اولاد لے سکتی ہے اس کے علاوہ بھی بعض ایسے حالات میں سوامی دیانند صاحب نے نیوگ کی اجازت دی ہے جنکو زبان پر لانا بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا "ستیارتھ پرکاش" میں لکھا ہے۔ کہ مرد وعورت سے نہ رہا جائے۔ تو اسصورت میں بھی نیوگ جائز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس میں سوامی دیانند کا کیا قصور ہے۔ آریہ سماج نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ کہ پرانے زمانے میں ہندوستان میں نیوگ کا عام رواج تھا۔ اور انہوں نے شاستروں کے حوالے دئے ہیں۔ غلط ہو یا صحیح اس سے کم از کم یہ پتہ ضرور چل جاتا ہے کہ زن ومرد کے تعلقات میں ہندو قوم کے خیالات کہاں تک ترقی کر گئے ہیں اور آخر اس کا نتیجہ وہی نکلا تھا جو یونانیوں اور رومیوں کی تباہی کا باعث ہوا۔ وہ قومیں معراج ترقی پر ہو کر گر گئیں یہی وجہ ہندوستان میں ہندوؤں کی ناکامی کی ہوئی۔ کہ جسمانی طور پر بھی وہ گر گئے اس لئے اگر مس میو نے یہ بات اپنی کتاب میں لکھ دی ہے۔ تو کونسا بُرا کیا ہے اُسنے وہی لکھا ہے۔ جو دو صدیوں سے ہندو مصلحین لکھتے اور کہتے چلے آرہے ہیں۔ اور باوجود نیوگ کی تعلیم کو پھر رواج دینے کے سوامی دیانند جی مہاراج بھی ہندوؤں کے تنزل کے بواعث میں ان امور کو شامل فرما گئے ہیں مس موصوفہ صفحہ ۳۱ پر لکھتی ہیں۔ بازاروں

گلیوں کوچوں۔ شاہراہوں پر شولنگ کی تصویر کے علاوہ مندروں اور شوالوں میں سنگ کی تراشی ہوئی تصاویر اور بت مصوری کے کمال زن ومرد کے تعلقات آسنوں کے دکھانیکے لئے محلوں کے دروازوں پر۔ غرض ہر قابل دید جگہ ان زن شوئی کے تعلقات کو ایسا واضح وبین کر کے ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ بچے سے بچے تک کو بھی بخوبی علم ہو سکتا ہے صفحہ ۳۲ پر لکھتی ہیں۔ تعزیرات ہند کے ایکٹ ۸ دفعہ ۲۹۲ ۱۹۲۵ء کے ذریعہ گورنمنٹ نے کوشش کی کہ گندی کتب وتصاویر وبت کی اشاعت ونشر وطباعت موقوف کیجائے۔ اور مسلمان اور عیسائی بہت خوش تھے۔ کہ اب یہ گند ہندوستان سے نکل جائیگا۔ لیکن ہندوؤں نے مذہب کی آڑ لیکر اسمیں یہ استثنا کروا لی۔ کہ اگر مذہب کیلئے ان اشیاء کی ضرورت پڑے تو پھر یہ تمام مباح ہیں گویا جہاں گورنمنٹ نے ایک دروازہ بند کیا تھا وہاں اونہوں نے اس استثنا کے ذریعہ ہزاروں باب وا کروا لئے ہیں۔

اس سے آگے مس موصوفہ لکھتی ہیں۔ کہ بعض حصہ ملک میں چھوٹے لڑکوں کو بشرطیکہ وہ خوبرو ہوں۔ سادھوؤں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ یا مندروں میں برہمنوں کیخدمت کیلئے۔ جہاں خلاف وضع فطرت کام ان بچوں سے لئے جاتے ہیں۔ لیکن ان پُرانے مذہبی خیالات کی بناء پر نہ تو والدین اسے بُرا خیال کرتے ہیں۔ اور نہ ہی سوسائٹی اور نہ ہی وہ سادھو اور برہمن۔ اگرچہ یہ گندی عادت دن بدن کم ہو رہی ہے۔ پھر بھی خاصہ حصہ ملک میں رائج ہے۔ اور ابھی سوسائٹی کی آواز ایسی مضبوط نہیں ہوئی کہ اُسکو علانیہ بُرا سمجھا جاسکے

مس موصوفہ کا خیال ہے۔ کہ اس قسم کے خیالات جو ہندوؤں کے دلوں میں بچپن سے پیدا ہوتے یا پیدا کئے جاتے ہیں۔ اسکی بڑی وجہ ایک یہ بھی ہے۔ کہ ہر ہندو کا عقیدہ ہے کہ اسکے نرینہ اولاد جلد سے جلد پیدا ہو جائے۔ تاکہ اسکی وفات پر اس کا کریہ کرم کر سکے۔ اگر موت کیوقت کوئی نرینہ اولاد نہ ہو۔ جو چتا پر اپنے والد کی کھوپری کو لکڑی سے توڑ سکے تو ہندو مذہب یہ کہتا ہے۔ کہ متوفی کی روح کو کوئی آرام نہیں مل سکتا۔ اگر شرادھ قائم کئے گئے ہیں تو وہ بھی اسی غرض سے اور اگر نیوگ کو برقرار اور قائم رکھا گیا ہے۔ یا اس کو ترجیح دی گئی ہے تو وہ اسی مذہبی خیال کے ماتحت۔ چنانچہ خود مسٹر گاندھی کا قول ہے کہ اس کی تیرہ سال کی عمر تھی۔ کہ اس کو اپنی بیوی سے بھوگ حاصل کرنا پڑا۔ لیکن وہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ان کی بھی وہی حالت ہوتی۔ جو ان کے بھائی کی تھی۔ یعنی اگر وہ کچھ عرصہ کیلئے اپنی بیوی سے جدا نہ ہو جاتے۔ تو یا تو وہ کسی خاص مرض کا شکار ہو جاتے۔ یا اپنی موت سے پہلے مر جاتے۔ یا پھر ان کی زندگی ان کے لئے وبال جان ہو جاتی۔ یہ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ ہندو مذہب کہتا ہے۔ کہ یہ ہونا چاہیئے

تنظیم قومی

(از جناب مولوی ذوالفقار علیخان صاحب گوہر ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۠

تاریخ عالم کا جُوں جُوں علم ترقی کرتا جاتا ہے دُنیا کو پتہ لگ رہا ہے کہ کوئی قوم معراج ترقی نہیں پا سکتی۔ جب تک کہ وہ اپنے افراد کی تنظیم مکمل نہیں کر لیتی۔ تنظیم کا سلسلہ اور اس کی خواہش اور اس کی ضرورت ہر زمانہ میں رہی۔ اور ہر زمانہ نے اس سے فائدہ اُٹھایا۔ دُنیا کا ابتداء میں آسمانی قوانین پر ہی دارومدار حکومت تھا۔ اور وہ قوانین انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے دنیا کو ملتے تھے۔

اعلیٰ درجہ کا معیار تنظیم

پہلا کام جو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذریعہ سے انسان کو سکھایا وہ توحید پر قائم ہونا ہے جو سب سے اعلیٰ درجہ کا معیار تنظیم ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی توحید کا گُر ہے اس لئے ایک ہی نبی ایک قوم کے لئے آتا ہے جو سب کو اپنے ہاتھ پر جمع کرتا ہے۔ اور جو اعلیٰ تنظیم کسی نبی کے گروہ میں ملتی ہے وہ دنیوی حکومتوں اور دنیوی مساعی کے کارناموں میں نظر نہیں آتی۔ ہر نبی کی امت نے اپنے دشمنوں کی زبردست فوجوں اور کثرت پر جو ہر طرح کے سازوسامان سے آراستہ ہوتی تھیں۔ اپنی اقلیت اور بے سروسامانی کے باوجود فتوحات حاصل کیں۔ صرف اس لئے کہ وہ ایک ہاتھ پر جمع ہوتے تھے۔ اور ایک شخص کا حکم مانکر دشمنوں پر جن کے قلوب دنیوی خواہشات کی غلاظتوں سے گندے اور ذاتی عروج و تفوق کے ارمانوں کی بدولت آپس میں پھٹے ہوئے تھے ہمیشہ فتح پاتے رہے۔ اقلیت کا رعب اکثریت پر محض تنظیم کی بدولت ہوتا رہا جو تنظیم انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہوتی ہے وہ فرمانبرداری کا اعلیٰ نمونہ اپنے اندر رکھنے کے سبب نہایت مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے۔ نبیوں کے گروہ ابتداء میں بہت چھوٹے اور کمزوروں کی شرکت سے ناتواں و بیچارہ ہوتے ہیں۔ اگر ان میں وہ خلوص و ایثار نہ ہو جو حیرتناک ہوتا ہے تو ان کی تنظیم بھی اعلیٰ نہ ہو اور اُن کے پیچھے حیرتناک کرشمے نہ دکھا سکیں۔

انبیاء کی پیدا کردہ تنظیم کے نتائج

انبیاء علیہ السلام کی پیدا کردہ تنظیم کا بلند پایہ کیوں ہوتا ہے؟ صرف اس لئے کہ وہ انسان کے قلوب کو ایمان باللہ کے ذریعہ نفسانیت کے ہر زنگ سے پاک کر دیتے ہیں۔ اور خدا کی محبت انہیں انسانی ہمدردی کا سبق بھی پڑھا دیتی ہے اس لئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو اس قدر عزیز رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے میں بڑے حریص ہوتے ہیں۔ پس چونکہ ان کے قلوب میں سوائے ایک ہی مقصد کے یعنے نور نبوت کو دنیا میں ہر جگہ پہنچا کر اللہ تعالیٰ کی توحید قائم کرنیکے دوسرا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کے دل شقاق و نفاق سے ناآشنا ہو جاتے ہیں۔ اور اس لئے جو کوئی بھی ان پر حکمران مقرر ہوتا ہے اس کی کامل اطاعت کر کے یکجہتی کا ظاہری نمونہ دکھاتے ہیں۔ اور محبت الٰہی کے سبب سے اُن کے دل میں ایک ہی موج عشق اور ایک ہی برقی لہر ہوتی ہے اس لئے وہ نصرت الٰہی کا کامل یقین رکھنے سے کسی حال میں بھی بیدل اور مایوس نہیں ہوتے اور ہر وقت اور بہر حال دشمنوں کی شکست اور اپنی فتح کا یقین ہوتا ہے اس لئے جس جگہ وہ گھس جاتے ہیں اس یقین سے گھستے ہیں کہ ہمیں کوئی مار نہیں سکتا کیونکہ خدا ہمارا محافظ ہے اور دشمن کے لئے مقدر ہے کہ وہ ہمارے آگے جھکے اور خوار ہو۔ پس ظاہر ہے کہ ایسے دل والی فوج کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ یہی وہ جسمانی اور رُوحانی طاقت ہوتی ہے کہ جس کے کرشمے دنیا کی تاریخ کے صفحات کو مرقع حیرت بنا دیتے ہیں۔

رسول کریمؐ کی قائم کردہ تنظیم

دیکھو عیسائی مؤرخ باوجود اس کے کہ ان کا مدعا اپنی تاریخ نویسی سے اسلام کو دنیا سے مٹانا ہے۔ لیکن اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کرتے ہوئے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے رفیق و جانباز صحابہ کسی نبی کو اس سے پیشتر نصیب نہیں ہوئے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس سے انکار محال دیکھ کر عیسائی مؤرخوں کو اقبال کرنا پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ میں وہ لوگ تھے جو موسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں کے مقابلہ کے وقت کہنے لگے:۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (مائدہ ع ۴)	انہوں نے کہا۔ اے موسیٰ ہم کبھی

اس میں داخل نہ ہونگے جب تک اس میں وہ رہتے ہیں (قوم جبارین) پس تو اور تیرا رب جائے اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

اس نافرمانی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ تنظیم نبوی ٹوٹ گئی جس نے فرعون جیسے جبار بادشاہ سے بنی اسرائیل کی اب سے پہلے بہت ہی ذلیل قومی حالت میں ان کو نجات دلوادی تھی۔ اور تمام صعوبات سفر طے کرا کر ان کو بیت المقدس کے قریب پہنچا دیا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اپنی علیحدگی کی دُعا کی اور اسی میدان میں (وادی سینا) میں وفات پائی۔ چالیس سال بنی اسرائیل تباہ و خستہ حال رہے اور پھر ایک نبی ہی کے ذریعہ عہد اطاعت استوار کیا اور منزل مقصود کو پہنچے۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کارنامے انجیل بتاتی ہے۔ پطرس جیسے جلیل القدر صحابی نے دشمنوں کے نرغے میں حضرت مسیح کی رفاقت تو درکنار شناخت سے بھی انکار کر دیا۔ اسی طرح یہودا اسکریوطی نے چند پیسوں کی خاطر مخبری کر کے آپ کو گرفتار کرا دیا۔ حالانکہ اوّل کے حق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جنت کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں دینے کا قول انجیل نے منسوب کیا ہے۔ اور دوسرے کو دُنیا کے خزانوں کی کنجیاں دیگئی تھیں۔ خزانے تو کیا ملنے تھے لعنت کے خزانے ابدالآباد تک مع چند روپوں کے انکے نام ل گئے۔

صحابہ کی رُوح اطاعت

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے انصار سے صرف مدینہ شہر کی حفاظت کا عہد لیا تھا۔ لیکن جب بدر کبریٰ کی جنگ کے لئے مدینہ سے باہر جانا پڑا۔ تو انصار نے جو رُوح اطاعت دکھائی ہے وہ یہ تھی کہ سعد ابن معاذ نے منجانب انصار کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کے ذریعہ خدا کو پایا۔ آپ پر ہمارا ایمان ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ ہم موسیٰ کی امت کی طرح نافرمان نہیں ہیں (اور وہی آیت پڑھی جو اوپر نقل کی گئی ہے) ہم ہر جگہ آپ کے ساتھ رہیں گے آپ کے داہنے لڑیں گے اور آپ کے بائیں لڑیں گے۔ آگے لڑینگے اور پیچھے لڑینگے۔

پس جس قدر رُوح اطاعت کسی نبی کی امت میں مستحکم و استوار ہوتی ہے اسی قدر زیادہ تنظیم اعلیٰ پیمانہ کی ہوتی ہے۔ اور اسی قدر زیادہ حیرتناک کارنامے فتحمندی اور شجاعت کے اس کے پیچھے یادگار رہتے ہیں۔

مسلمانوں کے بے نظیر کارنامے

کیا دُنیا اسے بھلا سکتی ہے کہ یرموک کی وادیوں میں جہاں اُونچی نیچی پہاڑیاں بکثرت ہیں۔ اور قدم قدم پر لڑائی فتح کئے بغیر کوئی فوج آگے نہیں بڑھ سکتی۔ جہاں چھوٹی سی فوج بڑی سے بڑی فوج کو ایک معقول عرصہ تک کامیابی سے محروم رکھ سکتی ہے وہاں ساٹھ آدمی خالد بن ولید سیف اللہ کی سرکردگی میں جاتے ہیں اور ساٹھ ہزار یمنی عربوں سے لڑتے ہیں اور صبح سے شام تک لڑائی رہتی ہے اور یہ مرتد عیسائی شدہ یمنی عرب شکست کھا کر نامراد اپنے ہیڈ کوارٹر کو لوٹتے ہیں۔ اسی طرح حضرت خالد اپنے اسیروں کے چھڑانے کے لئے ۲½ لاکھ عیسائی فوج کے اندر جاتے ہیں اور کفار ان پر حملہ آور ہوتے ہیں اور وہ ایک سو مسلمان کے ساتھ لڑتے ہوئے اپنے اسیروں کو چھڑا لاتے ہیں۔ پس یہ وہ اثر تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی اسلام کی تعلیم و تنظیم کی بدولت صحابہ میں موجود تھا۔

تکمیل تنظیم کے لئے چند امور

تنظیم کی تکمیل کے لئے چھ امور لازمی ہیں۔ حفاظت جان۔ مال عزت۔ عقاید صحیحہ۔ اخلاق فاضلہ۔ اعمال صالحہ۔ اول تینوں چیزوں کی تکمیل سلطنت کے بغیر اعلیٰ پیمانہ پر نہیں ہو سکتی اسی طرح پچھلی تینوں کی حفاظت تامہ نبوت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کا ذکر فرماتے ہوئے انہیں یاد دلاتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ○

(جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے قوم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں نبی پیدا کئے۔ اور تم کو بادشاہ بنا دیا۔ اور تم کو وہ دیا جو تمہارے زمانہ میں سارے عالم کے پاس نہ تھا)

یعنی تمہاری تنظیم قومی کی خاطر تمہارے جان و مال عزت سلطنت سے۔ اور نبوت کے ذریعہ عقائد صحیحہ اور اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی حفاظت فرما کر تم کو فرمانروا قوم اور کامیاب قوم بنا دیا +

پس نبی کو ماننے والی قوم کو یہ فخر حاصل ہوتا ہے کہ وہ بغض و نفاق۔ حرص و آز۔ طمع نفسانی اور خواہشات شیطانی سے بہت بڑی حد تک نجات پا کر وحدت قومی یا تنظیم حاصل کر لیتی ہے۔ شیطان جب کسی قوم کو برباد کرتا ہے تو انہیں ہتھیاروں سے برباد کرتا ہے۔ جس قوم میں نفسا نفسی آجاتی ہے وہ کبھی خود غرضانہ خواہشات سے نجات نہیں حاصل کر سکتی۔ اس کے بڑے افراد بھی اتفاقیہ کسی وقت تھوڑی دیر کو متفق ہو جائیں تو ہو جائیں۔ ورنہ قلوبھم شتّٰی (ان کے دل پھٹے ہوئے) کا نظارہ ان میں ہر وقت نظر آتا ہے اور اگرچہ وہ کثرت سے ہوں لیکن قلیل تعداد کے گروہ جو منتظم ہوں وہ ان پر فتحیاب ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر کہیں اکثریت منتظم ہو تو وہ ضرور حکمرانی حاصل کر لیتی ہے۔ اور دوسری قومیں اس کے آگے ہتھیار ڈال کر غلام بن کر رہنا گوارا کر لیتی ہیں +

ہندوستان اور مسلمان

ہندوستان میں ۷ کروڑ سے اوپر ہی مسلمان ہیں۔ مگر اپنی خواہشات نفسانی میں مبتلا ہیں۔ عقائد صحیحہ نہ ہونے کے باعث مذہبی تفرقہ نے تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ اور کسی وقت بھی ان کو اس مرض مہلک سے نجات نہیں۔ دیکھو اب جبکہ اسلامی سلطنتیں مٹ کر معمولی ریاستوں کی طرح رہ گئی ہیں اور قریب قریب انکی حالت بدل اسی طرح یورپین سلطنتوں نے بنا دی ہے جس طرح ہندوستان میں دیسی ریاستوں کی ہے کہ وہ دانت ٹوٹے ہوئے سانپوں کی طرح ہیں ان کی فون خان صرف اپنی رعایا کی تباہی اور بربادی کی خاطر ہوتی ہے ورنہ حقیقتاً وہ سپیرے کی ٹوکری کے اندر صرف انکی تجارت اور حصول منفعت کی خاطر زندہ رکھے جاتے ہیں۔ پس ایسی نازک حالت میں بھی ابھی حال ہی میں ایران و عراق میں نااتفاقی ایران و ترکی میں جنگ کے سامان ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ یہ تو سلطنتوں کا حال ہے۔ اب ان سے اتر کر عرب کے قبائل کا حال دیکھ لو۔ نجدیوں اور حجازیوں نے لڑ کر نتیجہ یہ حاصل کیا کہ شاہ حجاز عقبہ اور معان دو مضبوط مقام وادیٔ سینا کے کنارہ پر برطانیہ کو دینے کو تیار نہ تھے۔ اور نہ اس پر رضامند تھے کہ وہ کسی بیرونی سلطنت سے بوساطت برطانیہ ہی تعلقات کو قائم رکھیں۔ براہ راست کوئی تعلق نہ رکھ سکیں۔ جیسے کہ ہندوستانی دیسی ریاستیں ہیں۔ عرب کی ریلوں کا ٹھیکہ بھی صرف برطانیہ کو دیا جائے۔ (منسچڑ گارڈین) پس چونکہ وہ اپنی ضد سے نہ ہٹے۔ برطانیہ نے اشارہ کر کے ابن سعود کو کھڑا کر دیا۔ جس نے حجاز کی حکومت لڑ کر شاہ حسین سے چھین لی۔ اور یہ مطالبہ جات برطانیہ کے قبول کر لئے۔ اور اپنی اس غرض کو پورا کرنے کے لئے یہ تینوں معاہدہ کر کے بریگیڈیر جنرل سر گلبرٹ کلیٹن کے خود میں امتیازی اعزاز کی ایک نمایاں کلغی لگا دی۔ پھر قبائل کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کو دیکھ لو۔ دور نہ جاؤ۔ ہندوستان کو دیکھ لو کہ شمالی ہند میں انکی حالت ایسی ردی ہے کہ ہندوؤں کی منتظم آبادی انہیں مٹانے پر تلی ہوئی ہے۔ جب تک کہ وہ غلامی نہ قبول کر لیں۔ ہندو باز آنے والے نہیں۔ راستہ چلتے مسلمانوں کو حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں گندہ دہنی کر کے اکساتے ہیں۔ اور جوش دلاتے ہیں۔ اگر وہ زبان کھولتے ہیں۔ تو ان پر چاروں طرف سے ٹوٹ کر گرتے ہیں اگر وہ حفاظت کرتے ہیں تو ان پر قتل مستلزم السزا اور ضرب شدید کے جرم عائد ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے نہ کوئی معاون ہوتا ہے اور نہ کوئی اس ظلم و ستم کا گواہ۔ ہاں جو شہادت ملتی ہے تو وہ جو پہلے سے تجویز کردہ ہوتی ہے وہ فوراً پیش ہو کر ظاہر کرتی ہے کہ بے گناہ ہندوؤں پر حملے چاقوؤں سے ہو رہے ہیں۔ کوئی مسلمان اپنی حفاظت و بے گناہی کے اظہار کے لئے کھڑا ہو کر کچھ کہے تو اسے چاروں طرف سے اخبارات دیوانہ بنا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی ذہنیت مسلمانوں کی ہے تو ان سے صلح ہرگز نہ ہو گی حالانکہ صلح کا خیال بھی ان مہاتموں اور مہاشوں کے دل میں نہ آتا ہے اور نہ بظاہر ممکن ہے اسی طرح مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ذرا بھی نفس پر قابو نہیں رکھتے۔ اگر وہ مشتعل نہ ہوں اور صبر کریں اور حکومت کو یقین دلائیں تو ان کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہو۔ اگر یہ صحیح مان لیا جائے کہ خدا بخش اور عبدالعزیز کو اشتعال دلایا گیا تو وہ کیوں مشتعل ہوئے۔ کیوں مسلمان لیڈر گالیاں سننے کی طاقت پیدا کر کے مسلمان پبلک میں دن رات ان امور کے متعلق وعظ نہیں کرتے۔ کیوں علماء مسجدوں میں وعظ نہیں کہتے کہ صبر و تحمل سے بدی کا مقابلہ کرو۔ نہ چاقوؤں سے۔ کیونکہ ایک منتظم قوم کا مقابلہ ایک غیر منتظم قوم اور وہ بھی اقلیت والی۔ جہالت والی۔ مفلسی والی۔ حکومت کے دوائر میں خال خال نظر آنے والی۔ بازاروں میں سے تقریباً قطعی غائب رہنے والی۔ نفس پرست۔ مختلف الحال اور مختلف الخیال۔ زر پرست وجاہت طلب لوگوں کے پیچھے چلنے والی کیونکر کر سکتی ہے۔

احمدی تنظیم

میں نے شملہ یونٹی کانفرنس اور مسلم لیگ کونسل کے جلسوں کے سبب بعض ہندوؤں اور بعض مسلمان لیڈروں سے یہ سنا کہ صرف احمدی قوم ہی ہم میں منتظم ہے باقی مسلمان نہیں۔ میں نے کہا آپ تنظیم کیوں نہیں کرتے۔ مجھے جواب ملتا رہا ہے کہ کوشش تو کرتے ہیں مگر مشکل ہے۔ وجہ اشکال یہ ہے کہ خلافت کمیٹی کے مختلف لیڈر اپنا اپنا رسوخ چاہتے ہیں۔ جمیعۃ العلماء اپنا اثر جمانا چاہتی ہے جمیعۃ تبلیغ اپنا خیمہ سجا رہی ہے۔ تنظیم کمیٹی طول و عرض ہند میں دورے کر کے سنگٹھن اور مہا سبھا کو مضبوط کرانے میں تو ضرور کامیاب ہوئی۔ لیکن مسلمانوں کی رہی سہی نام نہاد تنظیم بھی غائب ہو گئی۔ پس جب قوم کے قلوب ابھی تک شتّٰی (ٹکڑے ٹکڑے) ہیں تو کس طرح تنظیم ممکن ہے۔ پس وہ لیڈر جو اسپین کا سا حال کے الفاظ سنکر چراغ پا ہوتے ہیں کہ ہم کبھی ایسے نہیں ہو سکتے وہ بتائیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ تمام اخبارات میں۔ تمام تقریروں میں مسلم ہندو اتحاد کی ضرورت اور ہندوؤں کے مظالم گائے جا رہے ہیں۔ جس سے ہندوؤں نے سمجھ لیا ہے (میرا مطلب ان ہندوؤں سے ہے جو اس تمام آتش افشانی کا موجب ہیں۔ ورنہ ابھی ہزار ہا ایسے شریف النفس ہندو ہندوستان میں ہیں جو ان ذلیل حرکات کو نفرت سے دیکھتے ہیں) کہ مسلمان اب تباہ ہی نہیں ہو رہے ہیں بلکہ اپنی تباہی کو انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑا دیکھ لیا ہے اس لئے اتحاد کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف عاجزانہ درخواست ہے جس کے معنے یہ ہیں خدارا ہم پر رحم کرو۔ یہ بات ہندو اخبارات کے مضامین کے اندر سے جھلک رہی ہے اور ان کے ذمہ دار لیڈروں کی تقریروں سے عیاں ہے۔ اور ان شہادتوں سے ظاہر ہے جو ادنیٰ ادنیٰ مسلمان جاہلوں کی لڑائی بھڑائی کے مقابلہ میں عدالت کے کٹہروں میں اعلیٰ اعلیٰ لوگ مثل راجہ نریندر ناتھ اور ڈاکٹر نرنگ صاحب کی زبانوں سے نکل رہی ہے۔ پس اصل بات یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں تنظیم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس قوم میں ایسی قربانی دینے والے لوگ نہیں جو دین کی خاطر کسی ایک کو راہ نما بنا کر اس کے ہاتھ پر معاہدہ فرمانبرداری کر لیں۔ اور جب تک یہ ایسا نہیں کرینگے ان میں تنظیم محال ہے۔ مگر مجھے اپنی جماعت سے پوچھنا ہے کہ وہ کس خیال میں ہے وہ کیوں باوجود ایک نبی کی قوم ہونیکے

اور ایک امام برحق کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کرنے کے باوجود سُست ہے کہ قوی ترین دشمن کو جو آریہ سماج ہے مقابلہ پر ہر طرح سے تیار اور منتظم دیکھ کر بے فکر بیٹھی ہے۔ ایسی قلیل التعداد قوم مسلم کا خطاب رکھتے ہوئے اس حملۂ سیلاب سے کس طرح بچ سکتی ہے جو اسلام اور اسلام بردار قوموں کی تباہی کر رہا ہے وہ کیوں اپنی تنظیم سے غافل ہیں۔ ہر صیغے کے سیکرٹری ہر جماعت میں ہونے ضروری ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ میں سالانہ رپورٹوں اور ماہواری رپورٹوں میں یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ ساڑھے پانچسو جماعتوں میں سے نصف نے اور بعض نہیں بلکہ اکثر شعبوں میں ۱/۲ نے بھی اپنے ہر شعبہ کے سیکرٹری مقرر کر کے نظارتوں کو اطلاع نہیں دی۔ اور ماہوار باقاعدہ رپورٹیں بھیجنا اختیار نہیں کیا ✤

۲۔ پھر نہ اپنے اخلاق فاضلہ کی حفاظت کے لئے کوئی کارروائی کی ہے جس کے نہ ہونے سے باہم جنگ و جدل اور نفسانی جذبات کی رَو پیدا ہو کر نظام سلسلہ کو نقصان دہ ہو سکتی ہے ✤

۳۔ نہ اپنے اعمالِ صالحہ کی برقراری کا انتظام کیا ہے۔ تہجد خواں ساری جماعت میں چند سو بھی مشکل ہی نکلیں گے۔ یا ہزار دو تھے۔ زکوٰۃ دینے کے لئے پورا جوش نہیں رکھتا۔ حالانکہ یہ وہ دینی حق ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اس کے لئے مسلمانوں پر جہاد کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ وصیت صرف دو ڈھائی ہزار آدمیوں نے کی ہے۔ حالانکہ ہندوستان میں بالغ جماعت بھی تیس ہزار سے کم نہیں ہے ✤

۴۔ تبلیغ جو ان سب مرضوں کا علاج ہے وہ سُست ہے اس کے لئے آپس میں عیب بینی اور خوردہ گیری شروع ہے۔ اے احمدیو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور انکے خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والو جاگ جاؤ۔ اور بہت جلد ہوشیار ہو کر اپنی تنظیم کی فکر کرو۔ اگر وہ لوگ جو دنیا سے بہت ہی پیار رکھتے ہیں اور دین کو مقدم نہیں رکھ سکتے۔ اپنی دنیوی عزت ہی کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور احمدیت سے صرف نام کی ہی خاطر اپنے آپ کو احمدی رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی عزت کو بغیر تنظیم قائم نہیں رکھ سکتے۔ بس دینی غیرت اور قومی عزت کی حفاظت اسی میں ہے کہ انتہائی قربانی کی جائے اور ہر وقت اپنی حفاظت کے لئے تم بیدار رہو۔ اور اپنے اخلاق فاضلہ کے قیام کے لئے روزانہ جمع ہو کر اپنے اختلافات کو مٹانے کی مشق کرو۔ جب اختلاف میں تلخی آجائے۔ فوراً صبر کرو۔ اور دوسروں کو صابر بناؤ اور رابطہ قائم رکھو۔ اپنے ذاتی ربط و ضبط کو بڑھاؤ تاکہ تخالف مٹ جائے یعنی صرف دینی مفاد کے لئے اختلاف ہو تو رحمت ہے نہ کہ ذاتیات کے رنگ کا ہو۔ ایک دوسرے کی تحقیر نہ کرو۔ اور کسی کے عیوب ظاہر نہ کرو چھپاؤ۔ اور دوستانہ تنہائی میں نصیحت کرو۔ چھوٹوں کی خاطر داری کرو۔ بڑوں کی عزت کرو۔ افترا بہتان اور بدگوئی سے بچو۔ بدظنی اور بدگوئی سے دل و زبان کو پاک کرو۔ ایک دوسرے کے مصائب کی خبر پا کر ضرور امداد باہمی سے کام لو۔ یہ وہ امور ہیں جنکی نگہداشت سے تم اپنے اندر محبت بڑھا سکتے ہو۔ جب کوئی ثالث فیصلہ کر دے۔ اللہ سے ڈر کر محبت و تنظیم کی خاطر اُسے مان لو۔ اللہ تعالیٰ نقصان سے بچائیگا ورنہ بغض و عناد جڑ پکڑ جائیں گے۔ اور نفاق غارت کن گھر بنا لیگا۔ دشمنانِ اسلام ہی تمہارے دشمن ہیں ورنہ ساری قومیں دنیا کی تمہاری کھیتی ہے اور تمہارا باغ ہے۔ تم تمام اقوام عالم کے ساتھ ہمدردی کرو۔ آریہ سماج کو بھی نیک سبق سکھاؤ۔ اپنے نیک نمونے سے انہیں رام کرو۔ جنگ و جدل سے کوئی دل اطاعت نہیں کرتا ہے۔ دشمنانِ اسلام کے لئے سرحدوں پر حفاظت رکھو۔ تمہاری سرحد تمہیں خبر ہے کیا ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان تمہاری سرحدیں ہیں۔ انہیں دشمنوں سے بچاؤ ورنہ تم اپنی مملکت کھو دو گے

تمہارا دردمند بھائی تمہاری دعاؤں کا طالب عاجز ذوالفقار علی خان

ایک نہایت مفید ٹریکٹ

گذشتہ سالانہ جلسہ پر ایک مجلس خاص میں ۱۷ مختلف زبانیں جاننے والے احمدی اصحاب نے تقریریں کی تھیں۔ چنانچہ تقریریں کرنے والے اصحاب کے فوٹو کے ساتھ ایک ٹریکٹ انگریزی میں شائع ہو چکا ہے۔ اب جناب سیٹھ عبداللہ دین صاحب سکندر آبادی نے جو خدمت دین میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ ہمارے پاس گجراتی زبان کا ٹریکٹ بھیجا ہے۔ یہ بھی تقریر کرنے والے اصحاب کے فوٹو سے مزین ہے جو اصحاب منگانا چاہیں۔ جناب سیٹھ صاحب سے مفت منگالیں۔ اور جو دوست گجراتی زبان جاننے والے لوگوں میں تبلیغ کے طور پر اس ٹریکٹ کو تقسیم کرنا چاہیں وہ ایک روپیہ سے سولہ کے حساب سے منگا سکتے ہیں ✤

جناب سیٹھ صاحب کی یہ بھی تحریک ہے جس کی ہم بھی بڑی خوشی کے ساتھ تائید کرتے ہیں کہ تقریریں کرنے والے اصحاب اپنی اپنی زبان میں ایسا ٹریکٹ معہ تصاویر چھپوا کر اس زبان کے جاننے والے لوگوں میں تقسیم کریں۔ تو بہت مفید ہو سکتا ہے۔ جن اصحاب کو خدا تعالیٰ توفیق دے۔ وہ ضرور اس پر عمل کریں۔ جناب سیٹھ صاحب کا پتہ یہ ہے ✤

اکسفورڈ سٹریٹ۔ سکندر آباد دکن

اب غلام احمدؑ کی جے ارض و سما کہنے کو ہیں

(از جناب حکیم سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ)

آج ہم بھی ان سے اپنا مدعا کہنے کو ہیں
رازِ دل لے ہمدمو اب بر ملا کہنے کو ہیں

جن کو ہم اپنا سمجھتے تھے وہ دشمن بن گئے
غیر تو بے مہر اور اہلِ جفا کہنے کو ہیں

بُت نہ ہونگے رام اے مردِ خدا کچھ ہوش کر
وصل کے افسانہائے دلربا کہنے کو ہیں

کہہ سُنایا حالِ دل ان کو بہت اچھا کیا
یہ تو ہے معلوم وہ مجھ کو بُرا کہنے کو ہیں

حرفِ شکوہ لب پر آتے ہی ہوئے وہ ترشرو
تلخ گفتاری تو دیکھو ناسزا کہنے کو ہیں

وہ جو پالٹیکس کے لیڈر بنے پھرتے ہیں آج
سچ تو یہ ہے انڈیا کے رہنما کہنے کو ہیں

کہتے ہیں وہ بات خود جس پر عمل پیرا نہیں
ڈوبتی کشتی کے گویا ناخدا کہنے کو ہیں

سوتے مُردوں کو جگایا نالۂ پُرشور سے
مرثیہ ناکامیوں کا اب سنا کہنے کو ہیں

جن رقیبوں پر کیا ہے تُو نے او بُت اعتماد
وہ ہیں بیگانوں سے بدتر آشنا کہنے کو ہیں

فصل ہے جوشِ جنوں کی فصد کی ہے احتیاج
ہوم رولی نغمہ ہائے فتنہ زا کہنے کو ہیں

ان پری رخ گلعذاروں میں نہیں بوئے وفا
ناز برداروں میں لیکن باوفا کہنے کو ہیں

جھوٹ سے تقویٰ میں جنکے فرق کچھ آتا نہیں
ہے عیاں وہ متقی و پارسا کہنے کو ہیں

مُرسلِ حق سے کیا اعراض دیکھا انتقام
ہم تو یہ کہتے ہیں وہ کیا جانیں کیا کہنے کو ہیں

مرکزِ اسلام کی جانب ہے عالم کا رجوع
گالیاں دیتے تھے جو اب مرحبا کہنے کو ہیں

بن گئی لنڈن میں مسجد شکر ہے اللہ کا
اب کلیساؤں میں ہم اپنی صدا کہنے کو ہیں

کہتے ہیں ہندو بنو یا ہند کو خالی کرو
پھر مہا بھارت کی ہم ورنہ کتھا کہنے کو ہیں

سنگھٹن۔ شدھی کی تحریکیں اکارت جائینگی
اب غلام احمدؑ کی جے ارض و سما کہنے کو ہیں

جسکے دم سے پائی صادق نے حیاتِ سرمدی
اُس لبِ جان بخش کی اب ہم ثنا کہنے کو ہیں

جماعت احمدیہ کے خلاف ہندوؤں کی چال

(از صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ ابن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی)

آج اُس آخری جنگ کا وقت ہے۔ جو خدا اور شیطان کے درمیان ہونی تھی۔ جو حق اور باطل کے درمیان چھڑنی تھی۔ اور جس میں شیطان نے اپنی تمام فوجوں کو جمع کر کے سچائی کے مٹانے میں مصروف ہونا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنی توحید کو دُنیا میں کامل طور پر پھیلانا تھا۔ آج اُس آخری فیصلہ کا دن ہے۔ جس کی خبر پہلے نوشتوں میں آئی ہے۔ اور جس کے بعد اس کرۂ ارض پر گویا اسلام ہی اسلام نظر آئے گا۔ اُن مذاہب میں سے جو نُور سے نفرت کرنے والے اور ظلمت سے پیار۔ ہاں اُن مذاہب میں سے جو آج باطل کی فوج کہلانے کے حقدار ہیں۔ دو مذہب ایسے ہیں۔ جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔ اور جن کا نمبر حق کی مخالفت اور سچائی کی تکذیب میں دیگر مذاہب سے بہت بڑھا ہُوا ہے۔ جن کا دن رات کا کام ہی اسلام کے مٹانے کی کوشش کرتے رہنا۔ اور جن کا شیوہ ہی خدا تعالیٰ کے دین کے خلاف زہر اُگلنا ہے۔ اُن میں سے ایک عیسائیت ہے۔ اور دوسرا ہندو مت۔ میں اسوقت عیسائیوں کی ان مساعی کے متعلق کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔ جو وہ اسلام کی مخالفت میں کرتے ہیں۔ ہاں ہندوؤں کے متعلق میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ ہر جائز و ناجائز طریق سے اسلام کی مخالفت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے مذہب اور سیاست کو ایک ہی بنا لیا ہے۔ اس لئے بوجہ اس کے کہ وہ بہت مالدار ہیں۔ اور مسلمانوں کا لہو چُوس چُوس کر جونک کیطرح موٹے ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی اشاعت میں پانی کیطرح روپیہ بہاتے ہیں۔ اور ان میں ایسے لوگ شامل ہیں جن کے نزدیک روپیہ کی طمع اور لالچ دے کر کسی کو ہندو بنانا ناپسندیدہ نہیں۔ یتیم بچوں اور اکیلی دوکیلی عورتوں کو بہکا کر لیجانے سے انہیں عار نہیں۔ خلاف واقعہ باتیں سنا کر۔ اور مسلمانوں کے مظالم کے جھوٹے قصے بنا کر لوگوں تک پہونچانے اور اس طرح پر ان کو اسلام سے متنفر کرنا تو ان کے نزدیک ایک معمولی بات ہے غرضیکہ ہر قسم کے جائز و ناجائز طریق سے یہ لوگوں کو اپنے اندر داخل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

جب انہوں نے دیکھا۔ کہ جماعت احمدیہ ایک ایسی جماعت ہے۔ کہ باوجود اس کے تعداد میں تھوڑی اور مال میں کم ہونے کے وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اس کے قوی دلائل کے مقابل ان کے بودے دلائل ٹھیر نہیں سکتے اور یہ جماعت اُن کے ناجائز وسایل کو دنیا کے سامنے ظاہر کر دیتی ہے جس سے ان کی اشاعت باطلہ میں روک پڑتی ہے۔ تو انہوں نے اندر ہی اندر بہت پیچ و تاب کھائے اور جب کوئی اور صُورت نظر نہ آئی۔ تو ایک طرف دیگر فرقہائے مسلماناں کو ان کے خلاف برانگیختہ کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف اپنی گندی فطرت کے مطابق ان کے امام یا خود جماعت کے متعلق اپنے اخباروں میں گندے مضامین شایع کرنے لگے۔ مجھے اس وقت اُن عبارات کے نقل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو ان کے اخباروں کو پڑھتا ہے۔ وہ اُن عبارات سے خوب واقف ہے۔ اور ان کی گندی فطرت کو اچھی طرح جانتا ہے۔

پھر ان میں سے بعض ہوشیار آدمیوں نے اپنے زعم کے مطابق اس جماعت کو کمزور کرنے کے لئے ایک یہ چال چلی۔ کہ ایسے مضامین شایع کرنے شروع کئے۔ جن میں جماعت احمدیہ کی بہت زیادہ تعریف کیگئی تھی۔ اور باوجود دشمن ہونے کے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ جیسے ایک قوم اپنی دوسری دوست قوم کے حق میں کہتی ہے۔ ان مضامین سے ان کے دو مطلب تھے۔ جن میں سے ایک کو تو خود مضمون نگاروں نے اپنے مضامین میں بھی ظاہر کیا۔ اور وہ اپنی قوم کو برانگیختہ کرنا اور مقابلہ کے لئے تیار کرنا تھا۔ اور اُن کو یہ محسوس کروانا تھا۔ کہ تمہارے مقابل پر ایک ایسی قوم بھی ہے۔ جو تم سے زیادہ مالدار ہے۔ (جو بالکل غلط ہے) اور تم سے زیادہ قربانی کرنے والی ہے اور اگر اسوقت تم اپنی پوری طاقت اور پوری توجہ سے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ تو تم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے اور اگر اسوقت تم نے اُن کے مقابلہ میں سُستی کی۔ تو ان کی فتح اور تمہاری شکست ہوگی۔ اور پھر تم کبھی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ اور دوسرا فائدہ جو وہ ایسے مضامین سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور جسے ایک سرسری نظر سے محسوس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ یہ تھا۔ کہ جماعت احمدیہ کو سُست کر دیا جائے۔ اور اپنے فرض سے غافل کر کے یہ لوگ اپنا کام فارغ البالی سے کر سکیں۔ کیونکہ یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب کسی قوم کی تعریف کی جائے۔ اور اس کی خوبیوں کو اچھے پیرایہ میں ظاہر کیا جائے۔ تو آہستہ آہستہ اس قوم کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ہم نے اپنا فرض احسن طور پر ادا کر دیا ہے۔ اور یہ کہ اپنے بوجھ اور ذمہ داری کو ہم سمجھا چکے ہیں۔ اور ہم پر اب کسی قسم کا الزام نہیں۔ جسکا یقینی نتیجہ سستی اور اپنے فرض سے غفلت ہوتی ہے۔ اور کسی قوم کا یہ خیال۔ کہ اب ہم انتہا کو پہونچ گئے ہیں۔ تنزل۔ نہیں نہیں! بلکہ موت کے مترادف ہوتا ہے۔ مگر میں ہندو قوم کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ وُہ مذاہب جن کی بنیاد خدا اپنے ہاتھوں سے رکھتا ہے۔ اور جن کا بڑا ستون حق اور سچائی ہوتا ہے۔ وہ کبھی اس قسم کی چالوں میں نہیں آسکتے۔ اور جو خدا تعالیٰ کی گود میں پرورش پانے والے ہوتے ہیں۔ اور جن کی ربوبیت کرنے والا وہ یکتا خدا ہے۔ جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ روحوں کو بھی اُسنے ہی پیدا کیا۔ اور مادہ بھی اسی کی مخلوق بننے سے باہر نہ رہا۔ وُہ لوگ کبھی اس قسم کے جالوں میں نہیں پھنسا کرتے۔ اور میں یہ بھی کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ بجائے اس کے کہ ہم اس قسم کی تدابیر سے سُست ہوں۔ ایسی باتیں اور ایسے مضامین تو ہمارے اندر چستی پیدا کرنیوالے ہوتے ہیں۔ اور ہماری کمزوریوں کو ہم پر ظاہر کر کے اور آگے قدم بڑھانے کی رُوح پھونکتے ہیں۔ پھر میں بانگِ بلند ان کو یہ بھی سنا دیتا ہوں۔ کہ خواہ وہ حق کو مٹانے کے لئے ایڑیوں تک زور لگائیں۔ اپنے سارے مالوں کو اسی کام کے لئے وقف کر دیں اور خواہ وہ باطل کی تائید کیلئے اپنی جانیں تک دیدیں۔ اور دنیا کا کوئی حیلہ اور تدبیر نہ چھوڑیں۔ جس کو انہوں نے باطل کے پھیلانے میں استعمال نہ کیا ہو۔ تب بھی ہرگز ہرگز وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور کبھی وہ حق کو دُنیا سے مٹا نہیں سکتے۔ اور کسطرح وُہ خُدا کے دین کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا سکتے ہیں۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اپنے پورے کمال سے چمکے۔ اور دنیا کے کناروں تک پھیل جائے۔ اور کون ہے۔ جو خدا کے لکھے کو مٹا سکے اور اللہ تعالےٰ کی تقدیر کا مقابلہ کر سکے؟

میں اپنے احمدی بھائیوں سے بھی یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ وقت نازک ہے۔ اور دشمن پورے زوروں پر۔ بادِ تند کے جھونکے چمن اسلام کے نازک پھولوں کو ٹکرا ٹکرا کر گرانا چاہتے ہیں۔ اور شیطان اپنی تلوار کو ننگا کئے اسلام پر آخری حملہ کر رہا ہے۔ اسوقت ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ ہم اپنے مالوں اور طاقتوں اور وقتوں کو فضول ضایع نہ کریں۔ اور اپنی ہر کوشش کو اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں۔ اور بالخصوص میں اپنے نوجوان بھائیوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ خاص طور پر دین کیطرف توجہ کریں۔ اور کوئی موقعہ اشاعت اسلام کا ضایع نہ ہونے دیں۔ تا ایسا ہو۔ کہ ہمارے ہی ہاتھوں سے اسلام کی فتح ہو۔ اور ہم ہی شیطان کو مغلوب کرنیوالے ٹھیریں۔ کیونکہ اسلام نے تو ضرور فتح پانی ہے۔ مگر زہے قسمت کہ اسلام کے فاتح سپاہیوں میں ہمارا نام جلی قلم سے لکھا جائے اور خدا ہم سے راضی ہو۔ اور ہم اس سے راضی۔ آمین اللھم آمین

صراط مستقیم کیا ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتا ہے

(از جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ)

انسان کم از کم چالیس تک کی تعداد میں تو ضرور ہی رات دن میں اُس الشاکر اُس العلیم اور اُس سائل کو خالی رد کرتے ہوئے حیا رکھنے والی ہستی کے سامنے اپنی زبان ہلا کر بطور حاجتمند سائل خشوع خضوع سے رو کر بلبلا کر یا کم از کم مودبانہ صورت میں کھڑے ہو کر اھدنا الصراط المستقیم کہتا تو ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ صراط مستقیم کیا ہے۔ اور انسان کا اس طرح محنت کرنا کسی کام کا بھی ہے کہ نہیں؟

انسان کی محنت کی قدر کی جائے گی۔ اس کو بہت بڑھ کر معاوضہ دیا جائے گا۔ یہ تو اُس الشاکر اُس العلیم اور اس صادق الوعد نے بارہا قسمیں کھا کر انسان کو یقین دلانے کی کوشش کی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہو کر بھی رہے گا۔ البتہ اھدنا الصراط المستقیم کے مفہوم کے سمجھنے میں اکثر انسان نہایت ہی پست فطرتی اور خدا تعالیٰ کے صفات میں کم نظری سے کام لیتے ہوئے خدا تعالیٰ کے متعلق بدظنی کے خطرناک مرض میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ بے انتہا انعام جو اس المنعم۔ المتعال ہستی سے ان کو لینے چاہیئے تھے۔ اُن سے اس بدظنی کے سبب سے خواہ مخواہ محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ الواسع کی وسیع صفت الوھاب سے ایسی بداعتقادی کی وجہ سے جو عطیہ اور رزق لینا چاہیئے تھا نہیں لے سکتے۔ اور ذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم (۴۱-۲۴) کے مصداق ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ہر خواہش اور تمنا کا شیریں ثمرہ

ایک شخص جو عمیق نظر سے خدا تعالیٰ کے صفات پر نظر رکھ سکے بیشک یوں کہہ سکتا ہے کہ انسان اھدنا الصراط المستقیم کے مفہوم کے مطابق اپنی کسی خواہش میں جو اس کی بڑی دلپسند خواہش ہوتی ہے۔ کیوں ہر وقت کامیابی اور برومندی کا تر و تازہ چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ تو اس کا جواب بیشک خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے والا وہ انسان جو اس کے صفات سے خوب واقف ہے اسے یہی دیگا کہ ہاں بالضرور ایسا انسان جبکہ وہ خدا تعالیٰ سے پورا اتحاد پیدا کر لیا کرتا ہے۔ اپنی ہر خواہش اور اپنی ہر تمنا کے شیریں ثمرات کا مزہ ضرور چکھ لیا کرتا ہے۔ اور اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں کیونکہ ایسا انسان خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے مقادیر اور اس کے صفات پر نظر رکھ کر اپنی التجا کو پیش کرتا ہے۔ اور وہ پھر کسی رنگ میں بھی رد نہیں کی جاتی۔ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ لھم فیھا ما یشاءون۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ سے ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ما اری ربک الا یتبع ھواک۔ اے اللہ کے رسول آپ کا رب تو آپ کی خواہش کے مطابق ہی کام کرتا ہے۔

خدا کا تعلق اپنے بندوں سے

یہی وہ مقام ہے جس کے لئے ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے بلایا ہے اور یہی وہ مقام ہے جس سے وہ الواسع ہستی کسی کو محروم کرنا نہیں چاہتی۔ خدا تعالیٰ سے محبت میں کمال ہو اور پھر اس کا ثبوت نہ ملے۔ اس محبت ہی کی قدر خدا تعالیٰ کو ہے اور یہی وہ الصراط المستقیم ہے جس کے مانگنے کی ہم کو بار بار تاکید کی ہے۔ کوئی باپ پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کا منجھلا بیٹا اس کے بڑے بیٹے سے اس کے متعلق کم محبت۔ کم اخلاص اور کم وفا بھی رکھے اور پھر وہ اسکو بڑے بیٹے سے پیارا بھی ہو۔ یا ایسا باپ بھی دنیا میں کوئی نہیں جو چھوٹے بیٹے کی نسبت ایسا ارادہ رکھ لے۔ کہ یہ مجھ سے بڑے بیٹے کی نسبت کم محبت رکھے تو ہم ہر دو کے لئے ایسا کرنا بہت ہی اچھا ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر اُس ہستی کا تعلق اُس کے اپنے بندوں کے متعلق ہے وہ نہیں چاہتا۔ کہ الصراط المستقیم پر زید بکر سے پیچھے رہ جائے۔ یا زید کو خواہ مخواہ ہی اپنے ساتھ تعلق رکھنے میں کم وفا یا کم اخلاص سے حصہ دے۔ اور اس طرح اس کو اپنی وسیع رحمت سے وہ حصہ نہ دے جو بکر کو دیا ہے۔ بلکہ بات کچھ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم میں ہی غور کریں تو اس نکتے کو حل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی جملہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اگر تجویز کیا گیا ہے تو یہی جملہ آپ کے ادنیٰ خادم کے لئے بھی مقرر کیا گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین ٭ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ ان اللہ لیس بظلام للعبید ٭ ہر مولود فطرت اسلام لے کر آتا ہے جیسے کہ دانہ پانی کے کنارے سرسبز ہی نکلتا ہے۔ انسان اپنی خواہش کی اتباع میں لگ کر ھدی اللہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اکثر حصہ اپنی عمر کا اور اپنی کامیابی کا۔ اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کا جس پر انسان کی راحت اور خوشی کا مدار ہے مفت میں کھو بیٹھے۔ ایسے ظالم انسان کے لئے اب صراط مستقیم کے نتائج سے پوری بہرہ وری ہو۔ بھلا وہ کس طرح ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اس دارالعمل میں جبکہ پہلے انسان کی طرف سے استقبال الی اللہ لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے وہ شخص جو جاھدوا فی اللہ حق جھادہ کی پرواہ نہ کرے اور اگر کوشش کرے تو پھر جتنی لازمی ہے اتنی نہ کر سکے اور بیفائدہ شکوے شکایتیں لے بیٹھے تو وہ بھی نادان نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ مہربان ہستی تو صاف فرما رہی ہے کہ جو ہم میں ہو کر کوشش کرتا ہے وہ ہماری طرف رسائی کی منزل ہماری ہدایت کی وجہ سے بسہولت ضرور ہے کہ جلدی پا لے۔

بے جا شکایت

پھر جو شخص باوجود وسعت کے اپنے نفس سے وہ محنت نہیں لیتا ہے جو اصلاح نفس کے لئے لابدی اور ضروری ہے وہ بھی بیجا شکایت سے اپنا نفس خراب کرتا ہے اور ناحق کی بدظنی سے اپنی عاقبت کی خرابی میں گویا خود کوشش کرتا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ تو الشاکر ہے۔ ضرور ہے کہ ایک نہ ایک دن انسان کی سعی کا اس کو مناسب بدلا دے اور اس صراط مستقیم پر اس کو ہر وقت قائم رکھے جس کا وہ طالب اور خواہشمند ہے۔

خدا کے نزدیک امیر و غریب یکساں ہیں

علیٰ ہذا القیاس خدا تعالیٰ کسی رنگ میں بھی انسان پر ظلم نہیں کرتا۔ حتّٰی کہ غریب امیر بنانے میں بھی وہ جس حکمت سے کام لے رہا ہے وہ عدل و انصاف سے بیجا انحراف کی شکل میں نہیں ہے۔ ہر ایک کو جو انعامات ملے ہیں جبکہ وہ ان کی بابت ایک دن ضرور پوچھا جائے گا اور انسان سے اُس کی دی ہوئی وسعت کے موافق اس کے اعمال کا مطالبہ بھی ضرور ہو گا۔ تو اب اس دارالعمل میں جن اعمال سے انسان خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر سکتا ہے۔ اور غریب امیر کے لئے وہ یکساں اور مساوی صورت رکھتے ہیں بلکہ غربا ان میں اکثر مسابقت کا پہلو لئے ہوئے ہیں تو اب اچھا کھانا۔ اچھا پہننا اور اچھے گھر اور اچھے مزے (جبکہ ان تمام انعامات کی بابت پوچھا جاتا ہے) چند روز کے لئے بطور بوجھ کے انسان کے لئے ہیں۔ تو اور کیا ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم کہنے میں تو درحقیقت دونو یکساں مکلف ہیں۔ مگر امیر کا نفس عیش پرست ہونیکی وجہ سے دن بدن سستی کی طرف جائے تو جا سکتا ہے (جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے) لیکن ایک غریب اس پہلو میں اعمال صالحہ کرنے میں کسی طرح بھی ایک امیر سے جان بوجھ کر پیچھے نہیں رکھا گیا ہے بلکہ اکثر مرفوع عن الابواب خدا تعالیٰ کے قرب میں جو جگہ اور رتبہ رکھتے ہیں وہ ان ابواب والوں کو ہرگز ہرگز دستیاب اور میسر نہیں ہے۔ معیشت کی تقسیم میں اونچے نیچے کا ہونا۔ تاہم اس قسم کی تفریق سے اعمال کرنے کی سہولیت دونو گروہوں میں پیدا ہو سکے لازمی اور ضروری تھا۔ مگر اھدنا الصراط المستقیم مانگنے میں ایک غریب جب اپنے شکستہ دل سے آہ بھری دردمند آواز نکالتا ہے تو وہ ایک امیر کے غنی دل کی آواز سے کہیں بڑھ کر شوکت اور شان (خدا تعالیٰ کے نزدیک) اس مقابلہ میں رکھتی ہے جو دنیاوی جاہ و شوکت میں ایک امیر کو ایک غریب پر اس دنیا میں ہمیں چند روز کے لئے سراب کی طرح نظر آ رہی ہے۔ پس اس محبت کے ترانے (جبکہ روحانی حصہ کا خیال رکھیں) ہم جو مرا ایک جائز صحیح کوشش

کرنیوالے خادم کو اس کے ثمرات کے لحاظ سے آتا ہے وہی مخدوم کو بھی آتا ہے۔ فرق صرف ہے تو اتنا ہے کہ وہ بحیثیت پیرو مرشد ہونیکے اس ثمرات کے مزے لے رہا ہے اور یہ بحیثیت مطیع اور خادم ہونیکے۔ ورنہ خداتعالیٰ کی ذات میں اس محبت کے دسترخوان سے ہاتھ بڑھا کر کھلے خوان نعمت سے اپنی وسعت اور استعداد کے موافق جو بھی لذیذ حصہ لینا چاہے لے سکتا ہے کسی قسم کا بخل یا شح نہیں ہے۔ پیرومرشد اور خادم و مطیع اس رنگ میں ایک ہی رنگ سے رنگین ہیں۔ پس خداتعالےٰ کی طرف سے ہر ایک کو اس کے اخلاص اور اس کی محبت اور اسکی کوشش کے موافق جیسا بھی کوئی وفا دکھلائے بے انتہا فیض و کرم کی ایک صلائے عام ہے۔ کسر ہے تو خود انسان ہی کی طرف سے نہ کہ اُس المحسن۔ عزیز۔ الوھاب کی طرف سے÷

امت محمدیہ انعام الٰہی سے کیوں محروم رہے

جیسے محنت کی الگ الگ قسمیں ہیں۔ ویسے ہی ان کے ثمرات بھی جدا گانہ ہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ کہ صحیح محنت اپنے پورے جوبن پر ہو۔ اور نتیجہ کی شکل بھونڈی اور بدنظر آئے۔ عمدہ بارود بنانے کی عمدہ کوشش عمدہ بارود ہی بنائے گی۔ اور وہ بارود بہت جلد بھڑکنے کی قابلیت اپنے اندر رکھے گا۔ اسی طرح اھدنا الصراط المستقیم کہنے والے کو بشرطیکہ وہ اخلاص اور محبت اور وفا کے اس مقام پر پہنچکر کہہ رہا ہو جو اس کے آقا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو نصیب تھا۔ ضرور ہے کہ وہی نعمت وہی انعام دیا جائے۔ جو اس کے آقا کو بحیثیت آقا و مرشد ہونیکے دیا گیا تھا۔ اس میں خداتعالیٰ کو کسی قسم کا بخل نہیں۔ ورنہ سب کے لئے اھدنا الصراط المستقیم تجویز کرنے کا مفہوم کچھ اور ہے۔ تو وہ بھلا کیا ہے اور پھر اس کی کوئی دوسری حقیقت ہے تو وہ کیا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا کے لحاظ سے جو اعلیٰ درجہ کی محنت کرتا ہے۔ وہ اعلیٰ درجہ کا پھل پاسکتا ہے اور یہی سر اھدنا الصراط المستقیم میں بتا کر سالک کے لئے وہ تمام راہیں کھولدی گئی ہیں جو پہلے منعم علیہم (رضوان اللہ علیہم) کے لئے کھولی گئی تھیں۔ اگر یہ صورت نہ ہو یا اس امید سے کسی کو ڈھارس نہو تو ایک سالک کے لئے اس سے بڑھ کر مایوس کن یا اکی بڑھتی ہوئی امنگ کو پیچھے دھکا دینے والی اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ نصیب برحمتنا من نشاء ولا نضیع اجر المحسنین کے لحاظ سے کسی کو مخصوصہ رحمت کے نیچے لے لینا بیشک ایک فضل ہے لیکن محنت کنندہ کو لا یضیع اجر المحسنین کہہ کر وہ عاولانہ ڈھارس دی ہے کہ جس کے بغیر ترجیح بلا مرجح ایک قسم کے ظلم سے مبدل ہونے کا یقینی خیال اپنے اندر پیدا کرسکتی تھی۔ اور اسی نکتے کو ومن یطع اللہ و رسولہ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النّبیّن والصّدّیقین والشھداء والصّٰلحین وحسن اُولٰئک رفیقاً۔ میں ذکر کرکے بتادیا گیا ہے کہ وہ محنت جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کی جائیگی اس کا اجر (ضرور ویسا ہی جیسا کہ مذکورہ لوگوں کو دیا گیا ہے) ملکر رہے گا۔ لہٰذا اسی طرح اب یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ کہ محنت کا رنگ تو ایک سا ہو اور انعام لے جائے کوئی دوسرا۔ یہ دُعا تو ہو امت محمدیہ کے لئے اور محنت اور کوشش کرے تو وہ۔ اور منعم علیہ کبھی غیر امت سے پیدا ہو۔ نبی ہوکر آئے تو آئے بنی اسرائیل سے۔ اس امت کی محنت ضائع جاتی ہے تو بلا سے جائے۔ مگر اب اس امت سے کوئی بھی منعم علیہ ہونیکا نہیں۔ پر نہیں ہونے کا۔ اس شقی امت کی بدبختی کی انتہا کچھ فہموں کے نزدیک اس سے بڑھ کر بھی کبھی ہوسکے گی۔ یا ہوسکتی ہے۔ حاشَ للہ ماھذا الا بھتان عظیم÷

خیالات فاسدہ

کیا ہمارا رسولؐ وہ رسول نہیں جس کے متعلق منبروں پر چڑھکر خیر الرسل خیر الانبیاء۔ رحمۃ للعالمین اور قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کے اعلیٰ اعلیٰ خطابوں سے معزز اور مشرف کرنے کی رسیلی آوازوں کے ساتھ خوش کرنے والے الفاظ کے ساتھ صداء عام دی جاتی ہے۔ پھر جسکی شان میں یعلّمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکّیھم بھی آیا ہے اور لما یحییکم کو بھی آپ ہی کی شان سے مربوط کیا گیا ہے۔ پھر جس نسخہ کو ہماری اصلاح کے لئے تجویز کیا گیا ہے وہ ھدی۔ نور۔ شفاء یھدی بہ اللہ من اتّبع رضوانہٗ سبل السّلام کے صفات سے موصوف ہے۔ لیکن باوجود یہ سب کچھ ہونیکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع آپ کا سچا پیرو۔ آپ کی نصیحت پر عمل کرنے والا۔ آپ کے نقش قدم پر چلنے والا۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم کے ماتحت اپنا سب کچھ کھو دینے والا اس اعلیٰ کمال کو۔ اس اعلیٰ مقام کو۔ اس اعلیٰ درجے اور اس اعلیٰ پایہ کو خواہ اھدنا الصراط المستقیم کہتے کہتے ہلاک بھی ہوجائے۔ نہیں حاصل کرسکتا۔ اور ہرگز ہرگز حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ فتویٰ ہے اُن علماء کا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے اُترنا تو مان رہے ہیں۔ مگر ان کے نزدیک امت محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے معلّم اور فیھا کتب قیّمہ جیسی کتاب کے ہونے کے باوجود ایک انسان بھی قیامت تک ایسا نہیں آسکتا جو کم ازکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا ہی رتبہ رکھ سکتا ہو۔ یا بنی ادم امّا یاتینّکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیٰتی الخ گو قرآن شریف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خداتعالیٰ بطور خوشخبری کے وحی کرچکا ہو۔ اور وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم الخ بھی آچکا ہو۔ اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم بطور دُعا کے بھی سکھایا گیا ہو۔ اور پھر اسکے بار بار پڑھنے کا حکم بھی دیا گیا ہو۔ تو بھی (نعوذ باللہ) وہ شقاوت ازلی جو امت محمدیہ کے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ وہ منعم علیہم کے وجود باجود کے آنے سے ہرگز ہرگز دور نہ ہوسکے گی۔ اسیر ہی بس نہیں۔ بلکہ یہ تیرہ بختی اب قیامت تک اپنے دَور کو ہرگز ہرگز ختم نہ کرسکے گی۔ اور یہ ایسی بلا اب ان کے گلے پڑی ہے کہ جس کے علاج کے لئے اب انکے پاس نہ تو کوئی شافی مصلح آئیگا اور نہ ہی وہ خود اس کے دُور کرنے کے لئے کسی تدبیر سے کامیاب ہوسکتے ہیں÷

ان خیالات فاسدہ کے رکھنے والے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ کیا اس کے لانے والے میں کوئی خاص کمال پایا جاتا ہے۔ کیا اس طریق کی دنیا کو کوئی ضرورت تھی۔ یا کیا قرآن شریف ایک تشنہ لب کی پیاس کا کافی علاج ہے۔ کیا یہ نور ہے کیا یہ ہدایت ہے۔ کیا یہ شفاء لما فی الصدور ہے۔ کیا فیھا کتب قیمہ کہلانے کا اسکو استحقاق ہے۔ یا پھر کسی مسلمان کو جرأت ہے کہ وہ ایسے مردہ مذہب کی طرف کسی انسان کو بلانے کا دل گردہ رکھتا ہے کیا اس مذہب کو اس طرح دوسرے مذاہب پر کوئی فوقیت ہے کیا اس مذہب کا تر و تازہ ثمردار درخت اسی طرح بے پھل تو نہیں ہوچکا جیسا کہ دوسرے مذاہب کے درخت ابپھل اور بے برگ و بار ہوچکے ہیں÷

کچھ تو سوچو

کیا خداتعالیٰ کی بے مثل ذات پر یہ بدظنی نہیں۔ کیا اس کے صفات میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ اب آیندہ مخلوق کے لئے ہر قسم کے فضل و کرم کے دروازے بالکل ہی بند کرچکا ہے۔ کیا آیندہ کسی عابد کے لئے اب مایوسی کے سوا کوئی خوش کن صدا نہ آئیگی۔ وہ کیا اب کیا اس نعمت سے بالکل ہی محروم کردیا گیا ہے۔ وائے۔ کیا ایک سالک کے بڑھتے ہوئے شوق۔ اسکی خوش امیدی۔ اسکی درد و فراق کی بڑھتی ہوئی لہریں۔ اسکی نیم شبی دردمندانہ آہیں۔ فی سبیل اللہ اس کی آبروریزی۔ اسکی ہر طرح کی جان نثاری۔ اسکی محبت کے ولولے اسکی محبت بھری نگاہیں۔ اسکی بے مثل وفا۔ اس کے ہر قسم کے مجاہدے۔ اب اس کمال کو حاصل نکرسکیں گے جس کی پیاس اس کے ہوئے دل میں اُسی طرح رکھ دی گئی تھی جس طرح کہ پہلے بنی آدم دلوں میں رکھا کرتے تھے÷

بیشک ایک زندہ دل کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بے... کرنے والی چیز نہیں ہے کہ اس کی طرف اس کا دوڑ کر آنے والا آقا اب اس کی طرف سے اس بے رُخی اور بے توجہی اور اس روکھے منہ پھیر چکا ہے کہ باوجود اس کی بتائی ہوئی راہوں پر چلنے کے اب وہ اسکی طرف محبت کی نظر سے کبھی بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا اور قیامت تک یہی ادا اسکی اُس امت کے لئے رہے گی۔ جو کنتم خیر امۃ کے نام سے موسوم کی گئی ہے اور جس کا رسول خیر الرسل اور جسکی کتاب فیھا کتب قیمۃ کے صفات سے موصوف ہے

جاچکی ہے۔ گو دعا بھی پھر اس اُمت کو وہ دیگئی ہے جو سابقین میں سے کسی کو بھی اپنی جامعیت کے لحاظ سے نہ دیگئی تھی۔ تحتت بھی پچھلی اُمتوں سے احسن رنگ میں کرنے کے لئے متعین کی گئی ہے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانی کمال کا کچھ ایسا انقطاع ہوچکا ہے کہ اب اس کے حصول کی کوئی بھی صورت یا کسی رنگ میں اس کے نظر آنے کی کوئی امید ان کج فہم ملاؤں کے دلوں میں انکے دل و دماغ میں ہرگز ہرگز پیدا نہ ہو سکے گی۔ افسوس کہ یہ اور انکی نسلیں کیا ایسی بدظنی میں مبتلا رہینگی۔ اور اسی حرمان و بدنصیبی میں ان کا خاتمہ انا عند ظن عبدی بی کے لحاظ سے اسی طرح نسلاً بعد نسل ہوتا چلا جائے گا۔

اپنی بربادی کا باعث آپ نہ بنو

اچھی امت کا لقب ہم کو دیا گیا۔ خیرالرسل ہمارا رسول ہے۔ کتاب ہمیں وہ دیگئی ہے جو تمام صدا قتوں پر مہیمن ہے من یطع اللہ و رسولہ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیّن والصدیقین والشھداء والصٰلحین وحسن اولٰئک رفیقاً کی بشارت ہمارے لئے ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم الخ کا وعدہ بھی ہمارے لئے ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم بار بار مانگنے کے لئے بھی ہمیں ہی مکلّف کیا گیا ہے تو اب خواہ مخواہ بد دل۔ بد حواس اور بدظنی رکھ کر لھم ما یشاءون عند ربھم اعلان کرنے والی ہستی کو نہ دینے والا خیال کرنا۔ اس کو بخیل سمجھنا۔ اپنے لئے آپ ہی بُری راہ نکالنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ہوش کرو۔ اور ان خیالات فاسدہ سے بکلی توبہ کرو۔ تا تمہارے لئے اپنی انعامات کا دروازہ کھلا رکھا جائے جو تم سے پہلوں کے لئے رکھا گیا تھا۔ یہ بھی کوئی عقیدہ ہے جو تم لئے بیٹھے ہو یہ تو کھلی بدنصیبی۔ اعلیٰ درجہ کی تیرہ بختی اور بہت بری بدبختی اور نہایت ہی بھونڈی شقاوت ہے جس کو تم اپنے لئے تجویز کر رہے ہو۔ اور ذرہ بھر بھی حد سے کام نہیں لیتے۔ کیا تم بدمست ہو۔ کیا تمہیں اس کے فضلوں کی اب ضرورت نہیں۔ کیا تم بجائے اُبھرنے کے گرنا پسند کرتے ہو۔ کیا تم میں اب رشک کا نام تک نہیں رہا۔ کیا تم اپنے کانوں کو اس کے راحت بخش کلام سے اب ابد تک ناآشنا رکھنا پسند کرتے ہو۔ تمہاری فطرت میں ایسی پستی اب کیوں ہے۔ تمہارے دلوں میں بدظنی نے کیوں اپنے پیر پسارے ہیں۔ وہ امید جو اولوالعزم لوگوں میں ہوا کرتی ہے تم کو اس سے اب کیوں مس تک نہیں۔ یہ کوئی انسانیت ہے جس پر اب تم کو ایسا فخر ہو رہا ہے یا تم حیوانوں کی طرح بل ھم کالانعام کے مصداق بننا چاہتے ہو۔ غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔ اور اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ جو تم کو پھر کبھی نہ دیا جائے گا۔ خواہ مخواہ ہی برباد مت کرو۔ خدارا ذرا سوچکر یہ تو بتاؤ۔ کہ جب تم اھدنا الصراط المستقیم مانگا کرتے ہو تو یہی خیال رکھ کر مانگا کرتے ہو کہ یا الٰہی چونکہ اعلیٰ درجہ کے منعم علیھم سا تو ہم کو آپ بہرہ ور بنا نہیں سکتے۔ اچھا ہم کو گھٹیل ہی سا بنا دیں۔ سچ کہنا کیا یہی امید تمہارے دلوں میں اس وقت ہوا کرتی ہے۔ اور ایسی ہی بدظنی تم اُس فعال لما یرید پر اس وقت رکھا کرتے ہو۔ اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ۔ تعالیٰ اللہ عما یشرکون۔

آقا اور خادم میں فرق

حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی صحابی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ آپ نے خوش ہو کر ایک دن فرمایا سانگو کیا مانگتے ہو (اولیاء اللہ میں یہ شان بھی ایک وقت پیدا ہو جایا کرتی ہے) انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپؐ کی مرافقت چاہتا ہوں کہ جنت میں آپؐ کے ساتھ رہوں۔ فرمایا یہی کہ کچھ اور بھی۔ عرض کیا کہ صرف یہی۔ آپؐ نے ارشاد کیا۔ تو پھر نفس پر کثرت سجود سے قابو پاؤ۔ اور اس طرح اسکی رحمت کے جالب ہو سبحان اللہ کیا اچھا نسخہ بتایا ہے۔ آقا اور خادم ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں۔ مگر آقا اور خادم میں فرق بھی رہتا ہے۔ اسی طرح آپؐ کے بعد آپ کی غلامی میں آپ کی اطاعت کے طفیل ایک ایک شخص انسانی کمال کو حاصل کر سکتا ہے۔ نبی بن سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی خادم ہی رہتا ہے۔ ہمارا رب ذو رحمۃ اور الواسع ہے اس پر بدظنی کرتے ہوئے اس کو کنجوس اور بخیل اور نا قدردان نہ بناؤ۔ اور اس طرح پھر اس کے نعماء سے محروم رہ کر خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق نہ بنو۔ وہ کسی محسن کے اجر کو ضائع کرنے والی ہستی نہیں ہے۔ اس کے اعمال کے موافق اس کو ضرور ہے جزا عطا فرمائے۔ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ کے مطابق کوشش کرو۔ اور بڑھو۔ اس کے پاس سب کچھ ہے اس کی شان میں بخل نہیں ہے۔ لہذا مایوسی اور بدظنی سے بچو۔ اور اسکی آلاء سے بہرہ ور رہو۔

انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ ایک بالشت میری طرف قریب ہوتا ہے۔ تو میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے۔ تو میں ایک گز اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(بخاری)

نظم

(از منظور احمد صاحب منظور بھیروی)

پرواہی نہیں مجھ پہ ستم ہو کہ جفا ہو
اسلام پہ لیکن میرا ہر ذرّہ فدا ہو

اے اہل جہاں ظلم رسیدوں کو نہ چھیڑو
فریاد کریں ہم تو ابھی حشر بپا ہو

وا چشم بصیرت کو ذرا کر کے تو دیکھو
وہ مہدئ موعود کہیں آ نہ گیا ہو

بے تاب کئے دیتی ہے آواز کسی کی
ممکن ہے کسی درد بھرے دل کی صدا ہو

یہ ہی تو مسیحائی ہے جی اُٹھتے ہیں یکسر
مُردوں کو جو حاصل تیرے دامن کی ہوا ہو

آنکھوں کو لئے جاؤ میرے دل کو نہ لیجاؤ
تم اس کو سزا دو جو سزاوار سزا ہو

اب صبر کی طاقت نہیں قدموں میں بلالو
بس بخشش بھی دو مجھ کو اگر کوئی خطا ہو

کس طرح نہ مغرب میں بھی کر دے گا اُجالا
وہ شمس کہ جو شام کو مشرق سے گیا ہو

ہم دیر کے پیاسوں کے نشے ٹوٹ چلے تھے
پر پہنچ ہی گئے ساقئ کوثر کا بھلا ہو

محبوب ہوا کرتی ہے محبوب کی ہر شئے
کس طرح نہ خادم تیرا محبوب خدا ہو

جی چاہتا ہے پھر وہی محفل ہو وہی مے
کوئی اسی انداز سے پھر بانٹ رہا ہو

دُنیا کی ملامت سے تو عاشق نہیں ڈرتے
منظور ادھر ہو گا جدھر تیری رضا ہو

عورتوں میں خدمتِ دین کا احساس

(از محترمہ ب۔ خ۔ ن صاحبہ بنت شیخ مولا بخش صاحب مقیم موروٹی پور)

آج اسلام جن مصائب و آلام کا آماجگاہ بنا ہوا ہے وہ کسی تفصیل یا تشریح کی محتاج نہیں۔ ایک طرف تو دشمنان اسلام اپنی تمام کوششوں اور انتہائی قوتوں سے اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اور دن رات اس کی تباہی میں مختلف تدبیریں سوچ رہے ہیں بیٹھتے ہیں۔ تو اسلام کی تباہی کی فکر میں۔ اُٹھتے ہیں۔ تو اسلام کی بربادی کا مشورہ کر کے۔ غرض انہوں نے یہ اپنا فرض قرار دیدیا ہے۔ کہ جب تک اسلام کو بالکل مٹا نہ دینگے۔ ہرگز چین نہ لیں گے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی کس مپرسی ملاحظہ ہو۔ کہ دشمنوں کے ہاتھوں اسلام کی تباہی و بربادی دیکھ کر ان کے سینے تپاں اور دل زخمی ہو رہے ہیں۔ اپنے آقائے دو جہان کے برخلاف بد زبانیاں سُن سُن کر زخموں پر نمک پاشی ہو رہی ہے۔ لیکن حال یہ ہے۔ کہ دشمنوں سے اپنے ان زخموں کا بدلہ لینا تو درکنار اتنی بھی اجازت نہیں کہ ان زخموں کے سبب ذرا کراہ ہی سکیں۔ اگر کبھی بیقراری سے ہائے نکل بھی جائے۔ تو برسوں جیل خانوں کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں سڑنا پڑتا ہے۔ ان کی حالت بعینہٖ اس شعر کی مصداق ہو رہی ہے۔ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں۔ تو ہو جاتے ہیں رسوا
وہ قتل بھی کرتے ہیں۔ تو چرچا نہیں ہوتا

یہ سب کچھ اس غفلت کا نتیجہ ہے۔ جس میں مسلمان مبتلا رہے اب اسلام کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا دیکھ کر اور خود کافی ذلتیں اٹھا کر مسلمان بیدار بھی ہوئے ہیں تو ایک حصہ یعنی صرف مردوں کا اور دوسرا حصہ یعنی عورتوں کا سوائے چند کے باقی ہنوز خواب غفلت میں پڑا سو رہا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ مردوں سے باوجود ان کے سارے جوش و جدوجہد کے ابھی تک کوئی ایسا کوئی کام نہیں ہوا۔ جو اسلام کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے اور ہمارے لئے فخر و ناز کا موجب ہو [illegible] تاریخ اس پر شاہد ہے۔ کہ دنیا میں کبھی [illegible] مردوں کی کوششوں سے کسی قوم نے ترقی نہیں کی۔ آج تک جتنی قومیں ترقی یافتہ کہلاتی ہیں۔ وہ سب مرد عورتوں کی اجتماعی قوت سے بام عروج تک پہونچیں۔ قوم صرف مردوں کے جتھے کو نہیں کہتے۔ بلکہ مردوں عورتوں کے مجموعے کو قوم کہتے ہیں۔ کوئی قوم اسوقت تک کوئی ترقی نہیں کر سکتی جب تک قوم کے دونوں حصے یعنی تمام مرد۔ عورتیں متفق اور متحد ہو کر کام نہ کریں۔ اسلام جب عرب کے ریگستانوں سے نکلکر اکناف عالم میں پھیلا۔ تو کیا وہ صرف مردوں کی کوششوں سے پھیلا تھا؟ نہیں بلکہ مرد۔ عورتوں کی مجموعی کوششوں کا نتیجہ تھا پس جبتک مرد۔ عورتیں مل کر سعی نہ کریں گے۔ بالکل ترقی نہیں کر سکیں گے۔ ترقی کرنا تو بڑی بات ہے۔ ایسے حالات میں جبکہ مسلمانوں کی حالت بالکل ہی نازک ہو رہی ہے۔ ان کی بہبودی کی ایک آدھ تحریک بھی اس وقت تک بارآور نہیں ہو سکتی۔ جب تک مرد۔ عورتیں متفق کوششوں سے اس پر عملدرآمد نہ کریں +

دور جانے کی ضرورت نہیں ایک چھوت چھات کے مسئلہ ہی کو لے لو۔ اس وقت یہ تحریک مسلمانوں میں عام ہو رہی ہے۔ جو اشیاء ہندو مسلمانوں سے نہیں لیتے۔ وہ اشیاء مسلمان بھی ہندوؤں سے نہ خریدیں۔ اس لئے کہ قوم کا بہت سا روپیہ اس طرح ہندوؤں کے پاس جا رہا ہے۔ اور قوم مفلس ہو رہی ہے۔ مردوں میں تو اکثر اس پر عامل ہو رہے ہیں لیکن عورتوں میں سے سوائے چند کے باقی سب مسلمانوں کو چھوڑ کر بدستور ہندوؤں سے اپنی تمام ضروریات کی اشیاء بافراط خرید رہی ہیں۔ اور چونکہ مردوں کی نسبت عورتوں کی ضروریات زیادہ ہوتی ہیں۔ لہذا مسلمان مردوں کا ہندوؤں سے اشیاء خریدنا ترک کرنا ہندوؤں کے لئے گھاٹے کا موجب نہیں ہوا۔ بلکہ روپیہ بدستور مسلمان عورتوں کے ذریعے ہندوؤں کو پہونچ رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس تحریک نے پانچ فیصدی بھی اثر نہیں کیا۔

پس جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ گئی۔ کہ بغیر عورتوں کی مدد کے بام ترقی پر پہونچنے کی کوشش کرنا۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

تو اب سوال یہ رہ گیا۔ کہ عورتوں کو کس طرح اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی اصلاح میں مردوں کا مددگار بنایا جائے۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس طرح مسلمان مرد اپنی تباہی اور پستی کو دیکھکر بیدار ہوئے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی اپنے آپ ہی بیدار ہونا چاہیئے۔ لیکن یہاں معاملہ ہی برعکس ہے بجائے اس کے کہ عورتیں حالات سے متاثر ہو کر خود اسلام کی ترقی اور اپنی اصلاح کی فکر کرتیں۔ الٹا مردوں کے توجہ دلانے پر بھی متوجہ ہونا نہیں چاہتیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ سرے سے دل میں احساس ہی نہیں۔ ان کا وجود اسلام کے لئے ترقی کا نہیں۔ بلکہ تباہی و بربادی کا موجب ہو رہا ہے یہاں موروٹی پور ضلع لائلپور میں اور قریباً سب اشیاء کی دوکانیں مسلمانوں کی تھیں البتہ اشیاء خوردنی کی کوئی دوکان نہ تھی۔ تمام مسلمان اپنی ضروریات کی ساری چیزیں ہندوؤں سے خریدتے تھے۔ اور وہ بھی خود عورتیں جا کر ان کی دوکانوں سے لیتی تھیں چونکہ مسلم عورتوں کا اسطرح غیر مسلموں سے کھلے طور پر جا کر اشیاء خریدنا۔ کئی ایک برائیوں کا باعث ہو رہا تھا۔ اور چونکہ دن بھی ویسے شور و شر کے تھے۔ لہذا میرے بھائی جان نے مزید خطرے کی روک تھام کے لئے خود کوشش کر کے یہاں ایک مسلمان کی دوکان اشیاء خوردنی کی کھلوائی اور چند سرکردہ آدمیوں کی مدد سے تمام جگہ اس امر کا اعلان کرا دیا۔ کہ سب مسلمان خود جا کر اپنی تمام اشیاء مسلمانوں کی دوکانوں سے خریدیں اور عورتیں خریدنے کی نیت سے قطعاً باہر نہ نکلیں لیکن اس تحریک کا جو حشر ہوا وہ یہ کہ چند دن تک تو اس پر عمل رہا۔ لیکن پھر عورتوں نے ایک ایک کر کے جانا شروع کیا۔ اور جا کر مسلمانوں سے بھی نہیں بلکہ ہندوؤں سے مثل سابق اشیاء خریدنی شروع کر دیں۔ ہم نے دریافت کیا۔ کہ پھر تم نے باہر نکل کر سودا خریدنا شروع کر دیا۔ اور خاصکر ہندوؤں سے؟ تو کہنے لگیں۔ کہ ہمارے مرد ہم کو خود لا کر نہیں دیتے۔ اور ہندوؤں سے ہم اس لئے خریدتی ہیں۔ کہ وہ سستی دیتے ہیں۔ یا انکی اشیاء اچھی ہوتی ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہ یہ عذر معقول نہیں۔ کہ مرد لا کر نہیں دیتے۔ ایک دن روٹی نہ پکائیں۔ تو مرد اپنی غرض کو لا کر دیتے۔ اچھا اگر تم نے خود ہی باہر جا کر خریدنا ہے۔ تو خدارا ہندوؤں سے تو نہ خریدو مسلمانوں سے لو۔ اس طرح سے ایک تو تم ان کی مال سے مدد کر کے ان کو اسلام کے مقابلے میں اور مضبوط کر رہی ہو دوسرے اس طرح اسلام کے ناموس کو بھی دھبہ لگا رہی ہو یہ ہے عورتوں کی حالت! بھائی جان پھر اس تحریک پر عمل کرانے کیواسطے مردوں کے ذریعے جدوجہد کر رہے ہیں۔

یہ تو میں نے صرف عورتوں کے ہاتھوں قوم کی بربادی کے ایک پہلو کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ غور کریں۔ تو اسلام کی خدمت کے ہر ایک پہلو سے عورتوں کا ناروا ہی سلوک ہو رہا ہے خبر نہیں کہ اس سے بڑھکر اسلام کی اور کونسی بُری حالت ہو گی۔ جو عورتوں کو بیدار کر کے خدمت اسلام اور اپنی اصلاح کیطرف متوجہ کرے گی۔ خدا عورتوں کی غفلت پر رحم کرے۔ اور خدمت اسلام اور اپنی حالت کی درستی کا احساس پیدا کرے +

اب میں اپنی احمدی بہنوں سے اس کے متعلق دریافت کرتی ہوں۔ کہ بحیثیت احمدی ان میں خدمت اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کا کتنا احساس ہے اور اس احساس سے انہوں نے مردوں کے ساتھ ملکر خدمت اسلام میں کتنا

نمایاں حصہ لیا۔ دوسری مسلمان بہنیں تو اتنی قابلِ الزام نہیں۔ کیونکہ ان کے تو مرد ہی آج بیدار ہوئے ہیں۔ اور عورتیں بھلا کسی وقت ہی بیدار ہونگی۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ ہماری احمدی بہنیں جن کی پیدائش کی غرض و غایت ہی صرف خدمتِ اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح ہے۔ اور جن کے مرد نہ صرف مدت مدید سے بیدار ہیں۔ بلکہ سالہا سال سے خدمتِ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی میں کئی ایک کارہائے نمایاں کر کے دنیائے عالم سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ انہوں نے کونسی ایسی خدمتِ اسلام انجام دی اور خاصکر ایسے پر آشوب زمانے میں۔ جو اُن میں اور دوسری مسلمان بہنوں میں صریح امتیاز کریگی۔ مگر اُن میں بھی خدمتِ اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح کا پُورا احساس نہیں پایا جاتا۔ چند ایک عورتوں میں جو کچھ اس قسم کا احساس بھی ہے۔ تو انہوں نے بھی سچی تڑپ اور حقیقی درد سے کوئی ایسا نمایاں کام نہیں کیا۔ جو دوسری بہنوں کے واسطے نظیر بننے کا باعث ہو۔

پیاری بہنو! اُٹھو!! ہمت کرو اور اسلام کی نازک حالت کا اپنے اندر احساس پیدا کرو۔ اور بغیر کسی کی توجہ دلانے کے خود اسلام کی خدمت کے درپے ہو جاؤ۔ اور اُس کی ترقی و عظمت کو قائم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو۔ اگر تم میں سے کسی عورت کا بچہ خطرے میں پڑ جائے تو کیا وہ اُس کو بچانے کے واسطے ہر ممکن سعی کام میں نہیں لاتی؟ ضرور لاتی ہے۔ نہ صرف خود بچہ کو بچانے میں اپنی تمام کوششیں صرف کر ڈالتی ہے۔ بلکہ اس کے بچانے کے لئے دوسروں سے بھی درخواستیں کرتی ہے۔ پھر خیال کرو۔ اسلام جو تم کو دُنیا کی سب عزیز چیزوں سے عزیز تر ہے۔ اس کو خطرے سے بچانے کے لئے تم اپنی کوششوں سے بھی کیوں کچھ حصہ صرف نہ کرو۔ بہنو! اس بات کو مت بھولو۔ کہ آج اسلام ہم سے کوئی بڑی قربانی نہیں چاہتا۔ بلکہ ہم سے صرف چند پیسوں اور ہماری متفقہ کوششوں کا محتاج ہے۔ تم اپنے سامنے صحابہ کرام کی عورتوں کا مقابلہ کرو۔ جن سے اسلام نے ہر قسم کی قربانی چاہی تھی۔ مگر اُن دین کی پتلیوں نے اپنا تن۔ من۔ دھن سب اسلام پر قربان کر دیا گو وہ دنیا میں سے گذر گئیں۔ لیکن یاد رکھو۔ جب تک چاند سورج ہے۔ ان کے کارنامے اسلام کے آسمان پر آفتاب و مہتاب بنکر چمکتے رہیں گے۔ لیکن آج تمہارا یہ حال ہے کہ اسلام کے مفاد کی خاطر اپنے پر ذرا مصیبت بھی نہیں چاہتیں اور اپنے چند پیسوں کے فائدے کیلئے بیدریغ روپیہ ہندوؤں کے ہاں بھیجکر اسلام کی دشمنی کیلئے انکو اور زیادہ مضبوط کر رہی ہو۔ تمہیں صحابہ کرام کی عورتوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور اسلام کا فائدہ جس میں ہے۔ وہی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اور اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو جانا چاہیئے۔

سب سے بڑی خدمت جو اسلام کی ہے۔ وُہ تبلیغ دین ہے۔ کیونکہ اسلام کی ترقی کی پہلی راہ یہی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے عورتیں اس ضروری اور اہم کام سے برسوں سے غافل ہو رہی اور اس کام کو کلیتہً مردوں کا کام سمجھ رکھا ہے۔ گو اس میں ایک حد تک قصور مردوں کا بھی ہے۔ کہ انہوں نے جو دینی و دُنیاوی حقوق عورتوں سے چھین کر اُن کو ترقی کے ہر شعبہ سے محروم کر دیا اور ہر ایک اچھی بات اپنے لئے سمجھ لی۔ اس پر عورتوں نے بھی اشاعتِ اسلام و حفاظتِ اسلام کا کام مردوں کا سمجھ لیا لیکن عورتیں اس بات سے قطع نظر کر کے قرآن کے احکام پر عمل کریں وہ یہ نہیں کہتا۔ کہ اے مردو! تبلیغ کرو۔ بلکہ وہ کہتا ہے۔ کہ اے مومنو! اللہ کے دین کی اشاعت کرو۔ لہذا جو مومن ہوا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ جوان ہو یا بوڑھا سب پر یکساں طور سے یہ فرض عائد ہو گیا۔ پس عورتوں کو چاہیئے کہ وہ تبلیغِ اسلام پر خاص زور دیں اور اشاعتِ اسلام کا جو فرض ان پر عائد ہوتا ہے۔ وہ کماحقہٗ پُورا کر کے آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔ اور پھر ایسے ہی مسلمانوں کی ترقی میں مدد دیں۔

آج مسلمان عورتوں کی جو حالت ہے۔ وُہ محتاجِ بیان نہیں۔ شرک و بدعت و بد رسومات اور بے جا اسراف و کورانہ تقلید نے ان کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی یہ حال ہے کہ رسی جل گئی مگر بل نہ گئے آنکھ بند کئے قرض پر قرض لئے جا رہی ہیں۔ بہنیں یقین مانیں۔ کوئی غیبی طاقت ان کی اس حالت کی اصلاح کیلئے نہیں آئے گی۔ زمانہ ان پر رحم نہیں کریگا وہ خود بخود کبھی تبدیل نہیں ہو گا۔ صرف آپ بہنوں کی توجہ اور قوت بھرے بازوؤں کا زور ہی اُس کا رُخ تبدیل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ سب بہنیں پورے طور پر اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ اس کے لئے کبھی کہہ دینا کافی نہیں اس کے لئے دردمند دل ہونا چاہیئے۔ اور قوم پر جو مصیبت کی کالی گھٹائیں آنے والی ہیں۔ ان سے مسلمان بہنوں کو آگاہ کریں۔ خدا کرے ہماری احمدی بہنیں خدماتِ اسلام اور مسلمانوں کی بہتری و بہبودی میں ایسا نمایاں حصہ لیں۔ اور ایسے جوش اور تڑپ سے کام کریں۔ کہ دنیا جان لے کہ واقعی حضرت مسیح موعود کی قوتِ قدسی سے ایک ایسی جماعت دنیا میں موجود ہے۔ جو اس وقت کسی طرح صحابہ کرام اور صحابیات سے کم نہیں۔ خدا ہم سب میں خدمتِ اسلام کا احساس پیدا کرے اور اسلام کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق دے آمین والسلام

قوم سے خطاب

(از شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر مدیر معاون الفضل)

اے قوم بتا! کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے
کیا حال ہے تیرا تری اس پر بھی نظر ہے
میدانِ ترقی میں بڑھیں دُوسری قومیں
لیکن ترے حصہ میں وُہی سوزِ جگر ہے
اغیار نے کھینچی گلستانِ ترقی
اب دیکھ اُنہیں حاصل اسی محنت کا ثمر ہے
جس قوم نے غفلت نہ کی اِک لحظہ جہاں میں
سہرا بھی ترقی کا اُسی قوم کے سر ہے
جو اپنے ہی ہاتھوں نہیں سنبھلا نہیں سنبھلا
ذروں کی طرح خاک میں وُہ مل کے رہیگا

اُٹھ نعرۂ مستانہ سے دُنیا کو ہلا دے
آفاق میں کر حشر بپا شور مچا دے
آخر ترا حصہ بھی ہے گلزارِ جہاں میں
تو بھی کسی تختے کو تو گلشن نہ بنا دے
جس قصہ سے بیدار ہوئیں دُوسری قومیں
تو آج وُہی کر کے زمانے کو دکھا دے
چڑھ اَوجِ ترقی پہ تو اب چاند کی صُورت
ایسا نہ ہو دُنیا تجھے نظروں سے گرا دے
بیدار ہو آرام سے سونا نہیں اچھا
اس دَور میں اِک لمحہ بھی کھونا نہیں اچھا

شدھی کی حقیقت

(از ابوالعطا مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل)

شدھی کے متعلق اہل الرائے کے خیالات میں بہت اختلاف ہے۔ شدھی سیاسی تحریک ہے۔ یا مذہبی؟ ویدک دھرم میں ادھرمی لوگوں کو شدھ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ یہ سب اختلافی مسائل ہیں۔ اول الذکر سوال کے حل کرنے میں حالات حاضرہ خضر راہ ہیں۔ اور موخر الذکر سوال کا جواب قدیم ہندوؤں کے دستور العمل سے نفی میں ہے۔ شدھی کے لفظی معنے پاکیزگی اور صفائی کے ہیں۔ اب اس کا مطلب کسی غیر ہندو کا ہندو مذہب کو قبول کرنا قرار دیا گیا ہے جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ بجز ہندوؤں کے سب لوگ ناپاک اور گندے ہیں۔ یہ خیال ہندوستانی مفاد کے لئے کس قدر تباہ کن ہے۔ اس پر واقعات شاہد ہیں۔ ہندو ذہنیت میں جو غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ وہ غالباً اسی غلط وہم کا نتیجہ ہے۔

اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ہر مذہب کے پیرو دوسروں کو اپنے مذہب کی تلقین کرنے کا حق رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ مذہب بھی دعوت عامہ کا منادی ہو۔ اگر ویدک دھرم میں تمام قوموں اور ملکوں کو اپنے اندر شامل کرنے کی دعوت موجود ہے۔ تو کسی کا حق نہیں۔ کہ شدھی پر اس جہت سے کوئی اعتراض کرے۔ اور یوں بھی ایسا اعتراض اس قوم کو کیا نفع پہنچا سکتا ہے۔ جس نے اپنے مذہبی عقائد کو خیرباد کہہ کر علم شدھی کو بلند کیا ہو مسلمانوں کو کارکنان شدھی سے بجا طور پر اگر کوئی شکوہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ صرف یہی ہے۔ کہ انہوں نے جادہ مستقیم کو چھوڑ کر وہ شاہراہ عمل اختیار کی جو فتنہ زا اور فساد انگیز تھی۔ ورنہ مطلق نشر و اشاعت موجب ہنگامہ آرائی نہیں ہو سکتی۔

ہم شدھی کے متعلق اپنی طرف سے کچھ لکھنا نہیں چاہتے بلکہ حامیان شدھی کے ہی خیالات ہدیہ احباب کرنا چاہتے ہیں۔ "آریہ ویر" راولپنڈی کا "شدھی نمبر" ۱۴ر اکتوبر ہمارے سامنے ہے اس کے مندرجہ ذیل اقتباس "شدھی" کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہیں۔

شدھی کی تعریف

انبیاء کو گالیاں دینا!

لکھا ہے:۔

"میرے پیارے مسلمانو! شدھی کا مسئلہ صلح کل ہے۔ اس میں آپ کی تبلیغ کی طرح جارحانہ سپرٹ نہیں۔ بلکہ تحمل اور قوت برداشت کو سب سے قبل آپ نے جواب دیگر ہندو بزرگوں کو گالیاں دیں۔ لیکن کسی ہندو نے مسلم انبیاء کو گالیاں نہیں دیں۔ بلکہ واقعات کو صحیح طور پر ظاہر کرکے شدھتا کا اظہار کیا۔ اور یہی شدھتائی ہی شدھی کا دوسرا نام ہے" صفحہ ۲۱

جب راجپال اور اسی قماش کے دوسرے لوگوں کی رسوائے انسانیت کتب کو "شدھتائی کا اظہار" قرار دیکر "شدھی" کا جزو لاینفک سمجھا جائے۔ تو پھر "شدھی" کو فتنہ و فساد کا اصل باعث بتلانے والے کیونکر غلطی پر قرار دئے جا سکتے ہیں۔

شدھی کی کامیابی کے طریق

مہاشہ سنت رام لکھتے ہیں:۔

"شدھی کی تحریک ایک ایسی تحریک ہے۔ کہ اگر اس کے متعلق اشتہار بازی کی جاوے۔ تو زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ مخالف طاقتیں پورے زور کے ساتھ مقابلہ پر پہنچ جاتی ہیں۔ اور وہ کام جو دنوں میں ہو سکتا ہو۔ اس پر مہینے لگ جاتے ہیں۔ اگر مخالفوں کو یہ پتہ لگ جائے۔ کہ فلاں جگہ اتنے آدمی شدھ ہونے کو طیار ہیں۔ تو کیا وہ مقابلے کے لئے نہ پہنچ جائیں گے؟" صفحہ ۱۱

(۲) لالہ نریحیند ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:۔

"ہندو بھائیو! عالی دماغ دیانند کے نقش قدم پر چلو۔ جس نے ستیارتھ پرکاش کی اوجل جیوت کو جگایا۔ تبھی ہندو سنگٹھن اور شدھی کامیاب ہوگی" صفحہ ۶

اگر شدھی صداقت کے "زور" سے کی جاتی ہے۔ تو مخالفین سے اس قدر حجاب کیوں؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

طریق ثانی سے سناتنی دوست آریوں کی باریک چال کو بھانپ سکتے ہیں۔ کیا سناتنی ستیارتھ پرکاش کی دلآزار اور معاندانہ روش کو بھول سکتے ہیں؟

شدھی کا پرچار مقابلۃً شروع کیا گیا

لالہ درگا داس ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:۔

"جس وقت شری سوامی دیانند نے اپنا کام شروع کیا اس وقت ہندوستان میں ہندو دھرم کو مسلمان و عیسائی اپنے اپنے پرچار سے سخت نقصان پہنچا رہے تھے" صفحہ ۹

گویا یہ سبق مسلمان اور عیسائیوں سے سیکھا گیا اور پیش آمدہ حالات سے مجبور ہو کر یہ تجویز اختراع کی گئی ورنہ ویدک دھرم ایسی عام تبلیغ کا دعویدار نہیں۔ سچ ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہے!

شدھی کا جنم داتا شنکر اچاریہ اور مسلمان

بدھوں وغیرہ کو شدھ کرنے کیلئے سب سے پہلے شنکر اچاریہ اٹھے تھے۔ بعض نادان کہا کرتے ہیں۔ کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلعم نے توحید کی تعلیم ان سے سیکھی۔ جو سراسر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ شنکر اچاریہ آنحضرت صلعم سے بہت بعد ہوا ہے۔ بلکہ شنکر اچاریہ کی رسم شدھی بھی مسلمانوں کی تبلیغی جد و جہد کی شرمندۂ احسان ہے۔ اس نے ان مسلمانوں سے یہ سبق سیکھا۔ جو پہلے پہل مالابار میں وارد ہوئے تھے۔ مگر ناقص طور پر۔ اس کی شہادت ایک آریہ ایڈیٹر کی مندرجہ ذیل تحریر سے ملتی ہے۔ لکھا ہے:۔

"سناتن دھرمیوں کے سرومانیہ ویر سدھ کا ویری پٹیھ کے شنکر آچاریہ مہاراج نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ عرب سے آئے ہوئے چند ایک مسلمانوں کو چھوڑ کر سب کو شدھ کر لینا چاہیئے" صفحہ ۱۱

شدھی کا نیا طریق طفلانہ تسلی!

پنڈت لوکناتھ جی طریقۂ شدھی میں مختلف زمانوں کی تبدیلیوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"کیا ریل کیا ہوائی جہاز ہر ایک کی چال میں تیزی کی جا رہی ہے۔ تو ہمیں بھی شدھی کے طریقہ میں تبدیلی ضرور کرنی چاہیئے۔ اب کسی آریہ کے ساتھ چھو جانے پر مسلمان عیسائی یا اور کسی پرکار کا کوئی دھرم تیت پرش یا استری شدھ سمجھے جائیں۔ شدھ کرنے میں استریوں کی تعداد زیادہ ہونی چاہیئے" صفحہ ۵

جب آریوں کے منصوبے اس حد تک پہنچ چکے ہیں۔ تو کیا اب بھی مسلمان "چھوت" کرنے کیلئے طیار نہ ہونگے؟ اور ہندو لوگ انہیں حق بجانب نہ سمجھیں گے؟ عورتوں کے متعلق جو خطرناک تلقین کی گئی ہے۔ وہ خوابیدہ مسلمانوں کی بیداری کا موجب ہونی چاہیئے۔

شدھی سے کونسی اغراض مقصود ہیں؟

(۱) کثرت تعداد۔ لکھا ہے:۔

"شدھی ہمارا اور آپ کا پیدائشی حق ہے۔ اگر آپ نے اس حق کا جائز فائدہ نہ اٹھایا۔ تو ۲۳ کروڑ کے ۲۱-۲۲ کروڑ تو آگے رہ گئے ہیں۔ سات کروڑ اور جانے کو طیار بیٹھے ہیں۔ باقی ماندہ بھی آہستہ آہستہ کھسک جائینگے" صفحہ ۳

(۲) گائے کی حفاظت لکھا ہے:۔

"سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ گائے کی کیسے رکھشا ہوگی۔ جواب صاف ہے۔ کہ بھارت میں جتنے بھی غیر ہندو ہیں انہیں شدھ کر لیا جائے" صفحہ ۳

(۳) ویدک دھرم کو بھی عالمگیر کہا جا سکے۔ مرقوم ہے:۔

"جس مذہب میں یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ سارے سنسار کا کلیان کرنا چاہتا ہے۔ وہی مقبول عام ہو سکتا ہے۔ اور وہی

عالمگیر دنیا کا آئندہ مذہب ہوگا۔ اس نقطۂ خیال سے شدھی ویدک دھرم پرچار کا لازمی انگ ہے" صفحہ

شدھ کرنے والوں کی حالت

پروفیسر ہری چند جی ایم اے لکھتے ہیں:۔

(۱) روحانی عنصر سماج سے دن بدن مفقود ہوتا جاتا ہے انگریزی تعلیم، انگریزی خیالات، اور انگریزی جذبات کا دن بدن غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ اور پراچین ودیا۔ جذبات اور خیالات نشٹ ہو رہے ہیں" صفحہ ۱۱

(۲) "آریہ سماجی بھائی آپس میں ملکر بیٹھنا نہیں سیکھتے مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ وہ ہندو سنگٹھن" پر لیکچر کیسے دے سکتے ہیں۔ جبکہ وہ خود پارٹی بازی اور پھوٹ کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ پھوٹ نے ہندوستان کو تباہ کیا۔ آریہ جاتی کو خاک میں ملایا۔ اسی سے آریہ سماج ہرگز فائدہ نہیں اٹھا سکتا" صفحہ ۱۱

(۳) ڈاکٹر رام لعل جی ایڈیٹر انصاف لکھتے ہیں:۔

"میں جس وقت کسی آریہ سماج یا ہندو سبھا کے اجلاس میں جاتا ہوں۔ اور وہاں جاکر جس قسم کی زوردار تقریریں سنا کرتا ہوں۔ ان کو دیکھ کر اور سن کر بسا اوقات میں حیران سا رہ جاتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے لیکچرار صاحب دورانِ تقریر میں جس طرح اپنے ماضی کے حالات کا ورنن کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ افسوس کہ اس کے مقابلہ میں ان کی طرف سے کوڑی کا کام نہیں کیا جاتا ۔۔۔۔ ہمارے لیڈروں میں "کرنے" کی بجائے نہ کرنے کی خصلت زیادہ ہے جس بھائی کی سو روپیہ تنخواہ ہوتی ہے اس کی بلا سے دوسرے بھائی خواہ جہنم میں جاویں" صفحہ ۱۵،۱۴

شدھ ہونے والوں سے سلوک

ہم مندرجہ ذیل اقتباس کی طرف نو آریہ پارٹی کو عموماً اور مہاشہ پریم چند کو خصوصاً توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ پریزیڈنٹ آریہ سماج کرنال لکھتے ہیں:۔

(۱) "جس وقت وہ (نو آریہ) ہمارے قول و فعل میں سراسر زمین و آسمان کا فرق پاتے ہیں۔ انہیں آریہ سماج میں اپنی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل سخت دشوار معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس کے سدھانتوں کی سچائی کا سکہ مانتے ہوئے بھی بعض اوقات اُسے تلانجلی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ نہ صرف انہیں آریہ سماج سے سخت نفرت ہو جاتی ہے بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے آریہ سماج کے کٹر درودھی ہو جاتے ہیں۔ صفحہ ۲۵

(۲) ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کے بہت سے کارخانے ہیں۔ ان کا دروازہ بھی شدھ شدہ بھائیوں کے لئے بند ہے۔ شدھ ہو جانے کے بعد کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں۔ الغرض ہماری نمائشی محبت بہت جلد طشت از بام ہو جاتی ہے۔ اور شدھی کے مشن کو بڑا بھاری دھکا پہنچتا ہے"

(۳) ہماری اپنی اپنی برادری الگ الگ ہے۔ بیچارے شدھ شدہ سے پوچھا جائے کہ تم کونسی برادری سے سمبندھ رکھتے ہو۔ تو اس کا جواب سوائے شرم کے مارے سرنگوں کرنے کے کچھ نہیں" صفحہ ۲۸

(۴) "بڑے بڑے عالم مولوی آریہ سماج سے محض اس وجہ سے تنگ آکر علیحدہ ہو گئے۔ کہ سخت بیماری حتیٰ کہ جان کنی کی حالت میں بھی کسی آریہ سماجی یا ہندو نے انہیں پانی تک نہیں بلایا۔ اور سہانُبھوتا کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ آخر مسلمانوں کی بے غرضانہ ہمدردی سدھانتوں کے پریم پر غالب آئی اور ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے" صفحہ ۲۹

(۵) "دھارمک رشتہ قائم کرنے کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے دو باتیں مکھیہ ہیں۔ اور وہ ہیں روٹی اور بیٹی کا سمبندھ۔ جو لوگ شدھ ہو کر اپنے دھرم میں آویں۔ ان کے ودواہ آدی کا سمبندھ اپنے اندر کئے بغیر ان سے سچا پریم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ بغیر اس رشتہ کے قائم کئے اپنے اندر جذب ہو جائیں گے۔ اس لئے ہندو سنگٹھن اور شدھی کے کاریہ کرتاؤں کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے" صفحہ ۱۴

کیا اب بھی نو آریہ ہوش میں نہ آئیں گے "نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے" والا قصہ تو بن چکا ہے۔ اے کاش! کہ وہ اب بھی غور کریں۔ کہ انہوں نے کیا چھوڑا اور کیا لیا؟

شدھی کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر ممکن ہے اس کو "مخالفانہ رائے" قرار دیا جائے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے*

قرآن مجید

منشی محمد فخرالدین صاحب مہتمم کتاب گھر قادیان نے قاعدہ یسرنا القرآن کے اصول پر قرآن کریم مترجم چھپوانا شروع کیا ہے۔ اور پہلا پارہ چھپ کر شائع ہو گیا ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہونے کے باوجود بامحاورہ ہے۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ اور صاف ہے۔ کاغذ بھی بہت اچھا لگایا گیا ہے۔ اور سائز بھی موزوں ہے۔ اگر سارا قرآن کریم اسی اہتمام سے شائع کیا گیا تو یہ دین کی بہت بڑی خدمت ہوگی*

پارہ اول کا ہدیہ ۳ر ہے ایک روپیہ کے پانچ عدد معہ محصول ڈاک بھیجے جاتے ہیں۔ احباب نہ صرف چھوٹے بچوں کیلئے یہ پارہ منگائیں۔ بلکہ خود بھی ترجمۃ القرآن سیکھنے کیلئے اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسطرح جہاں خود خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی اہلیت حاصل کرینگے۔ وہاں کل پارے جلد شائع کرنے میں مہتمم صاحب کے ممد بنکر ثواب کے بھی مستحق ہونگے

سوتیلے بچوں سے ماں باپ کا سلوک

(از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب)

نالے بیتاب ہیں سینے سے نکلنے کیلئے | اشک طوفان اٹھاتے ہیں ابلنے کیلئے
دل پُرشور ہے بیتاب مچلنے کیلئے | درد اٹھتا ہے کلیجہ مرا ملنے کیلئے

شرح ایں قصہ جاں سوز نہ گفتن تاکے
سوختم سوختم ایں راز نہفتن تاکے

چھوٹے بچوں کے سر پر سے شفیق ماں کے دست شفقت کا اُٹھ جانا۔ ان کا آغوش مادری سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو کر زمانہ کی ٹھوکریں کھانے کے لئے رہ جانا۔ اور ان کے محبت مادری کے بیش بہا خزانہ کا لٹ جانا۔ ایک ایسی بے پایاں مصیبت اور ناقابل برداشت غموم و ہموم آلام و مصائب کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ کہ اس کا اندازہ وہی دل کر سکتے ہیں۔ جو اس دارالحزن میں ان تکالیف کے بحر ذخار میں غوطہ لگا چکے ہوں۔ ؎

تو اے کبوترِ بام حرم چہ میدانی
طپیدنِ دلِ مرغانِ رشتہ برپا را

موت و حیات لازم و ملزوم ہے۔ اسمیں کسی کو کچھ چارہ نہیں۔ قضا کا زبردست ہاتھ آخر کار ایک نہ ایک دن اس رشتہ کو قطع کر کے رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دنیا بھی اک سرا ہے۔ بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس جیا ہے۔ آخر کو پھر نستا ہے

جس امر کے متعلق میں کچھ لکھنا چاہتی ہوں۔ وہ بہت اہم ہے۔ مگر اس کی طرف ابھی تک بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ ممکن ہے میری باتیں کئی لوگوں کو ناگوار گذریں۔ مگر حقیقت الحال کو ظاہر نہ کرنا اور اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہ دلانا بھی خرابی اور نقص کا موجب ہے۔ قربان اور فدا ہوں ہمارے ماں اور باپ حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر جنہوں نے اس قدر حرم کی موجودگی میں ازواج مطہرات اور اولاد کے ساتھ عدل و انصاف شفقت و محبت لطف و کرم کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ کہ جس کے تصور سے ہی بے اختیار ہزار ہزار درود اس پاک وجود پر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔ حضور نے انسانی زندگی کے کسی پہلو اور شعبہ کو اپنے عملی نمونہ سے خالی نہیں چھوڑا۔ کیا ہی سچ فرمایا۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میری بعثت کی علت غائی یہ ہے۔ کہ محاسن اخلاق کی تکمیل کروں اور خدا کی مخلوق کو تہذیب و تمدن کے گُر سکھاؤں۔ تاکہ وہ علم اور عمل سے اپنے وجود میں ملکوتی صفات پیدا کریں۔ اور اشرف المخلوقات کے مایۂ ناز و قابل رشک لقب سے

صحیح معنوں میں بسر ہو سکیں۔

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہوا۔ تو حضرت فاطمۃ الزہرا پانچ برس کی تھیں۔ جناب رسالتمآب کو تبلیغ اسلام کا عشق تھا۔ وہی دھن اور لگن تھی۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے یہی خیال تھا ادھر مخالفین کی ستم آرائیاں حضور کو چین نہیں لینے دیتی تھیں۔ مگر حضورؐ کو اپنے جگر گوشہ سے اس قدر محبت اور الفت تھی۔ کہ ہر وقت بیٹی کی دلجوئی مدنظر رہتی۔ حضورؐ جب کبھی کسی لڑائی یا سفر سے واپس آتے۔ مسجد میں دوگانہ ادا کر کے سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کو دیکھنے جاتے اور جب کبھی کسی سفر کو تشریف لے جاتے۔ سب سے بعد آپؓ سے ملکر رخصت ہوتے۔ تاکہ جدائی کا زمانہ باپ بیٹی میں کم رہے۔ جب کبھی حضرت فاطمہؓ حاضر خدمت ہوتیں تو حضورؐ کھڑے ہو جاتے۔ ان کو اپنے پاس بٹھاتے بڑی عزت اور پیار سے پیش آتے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فاطمہ میرا جگر پارہ ہے۔ جس نے اسکو غصہ دلایا۔ اور ناراض کیا۔ اس نے مجھکو غصہ دلایا اور ناراض کیا۔ بھلا جس بیٹی کے ساتھ باپ ایسی محبت اور عزت کا اظہار کرے۔ دوسرا کون ہے۔ جو بدسلوکی سے پیش آئے۔

یہ ہے اخلاق رسولی جس پر چلنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مگر اب یہ حالت ہے۔ کہ جب بچوں کی ماں اس دار فانی سے گذر جاتی ہے۔ اور باپ دوسری بیوی لاتا ہے۔ تو عموماً باپ پہلی اولاد کو پس پشت ڈالدیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوتیلی ماں اگلی اولاد کو کانٹے تصور کرتے اور انکو نکال پھینکنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ اور ایسے ایسے طریقے اختیار کرتی ہے۔ کہ اولاد کو باپ کی نظروں میں بالکل گرا دیتی ہے۔ حتیٰ کہ ان بیکسوں کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت کی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور وہی شکلیں ان کی باتیں اور حرکتیں جو ماں کی موجودگی میں باپ کو نہایت پیاری اور پسندیدہ معلوم ہوتی تھیں۔ نہایت مکروہ دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اور ہمیشہ ان کو یہی سرٹیفکیٹ ملتا ہے۔ کہ تم نافرمان ہو۔ نالائق ہو۔ نکمے اور ناکارہ ہو۔ جب سوتیلی ماں دیکھ لیتی ہے۔ کہ اس کا جادو چل گیا۔ تو پھر ان دکھیاروں کو غلام بے دام سمجھ لیتی ہے۔ اور نہایت رذیل سے رذیل خدمت اور کام ان سے لیا جاتا ہے۔ یہ چشم دید واقعات ہیں۔ کہ وہ نونہال جو اپنی ماؤں کی زندگی میں سکولوں اور مدرسوں میں تعلیم پاتے تھے۔ ان کو نکمے اور نالائق ثابت کر کے وہاں سے نکال نوکروں کی جگہ ان کو سودا سلف لانے اور بچوں کے کھلانے پر مقرر کر کے انکی عمر کو تباہ اور برباد کر دیا گیا۔ کاش کہ سوتیلی مائیں یہ جانیں۔ کہ یہ بچے بھی کبھی کسی دل کا سرور اور آنکھوں کا نور تھے۔ مگر اب خدا نے ہمیں ان پر مسلط کر دیا ہے۔ اپنے بچوں کی محبت کے صدقے میں ہی ان کے ساتھ پیار و محبت کے ساتھ پیش آئیں۔ اور خدا سے خوف کھائیں۔ کہ کہیں یہی وقت خدانخواستہ ان کے بچوں پر بھی نہ آجائے۔ ع

کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

مگر یہاں معاملہ ہی دگرگوں ہوتا ہے۔ کچھ سوجھتا نہیں۔ دل پتھر ہو جاتے ہیں۔ اور نہ معلوم آنے والی بی بی کو مرنے والی کے ساتھ کیوں اسقدر بغض و عناد ہوتا ہے۔ کہ اس کی نشانیوں کو بھی دیکھنا گوارا نہیں کر سکتی۔ ہر جا و بیجا تصور بچوں کے سر تھوپ کر والد کا رہا سہا اشتیاب الفت بھی منقطع کرنے کے درپے رہتی ہے۔ اگر بدقسمتی سے اس کا بچہ کھیلتے کھیلتے گر پڑا تو سوتیلی بہن کی بے توجہی کا نتیجہ سمجھا گیا۔ اگر آنکھیں خراب ہو گئیں۔ تو سوتیلی بہن نے دشمنی سے دھول مٹی سے نہیں بچایا۔ اگر پیٹ میں درد ہونے لگا تو یہی سمجھا گیا۔ کہ سوتیلی بہن نے کچھ اناپ شناپ کھلا پلا دیا ہوگا۔ گویا کہ تمام نالائقیوں برائیوں بیوقوفیوں کا ذمہ دار اور مورد پہلی اولاد کو گردانا جاتا ہے۔ گھر میں کھلنے پر اختیار رہتا ہے نہ کسی چیز پر۔ پھل آتا ہے۔ تو الماری میں مقفل ہو جاتا ہے۔ اپنے بچوں کو وقتاً فوقتاً کھلایا جاتا ہے۔ مگر وہ بیچارے دیکھتے رہجاتے ہیں۔ کیا مجال کہ وہ لب بھی ہلا سکیں۔ باپ کبھی اس امر کا خیال نہیں کرتا کہ بچوں کو کچھ ملا ہے یا نہیں۔ ادھر بیوی کو جب تخلیہ کا موقع ملتا ہے۔ تو باپ کے سامنے سوتیلے بچوں کی شکایت کا دفتر کھل جاتا ہے۔ ادھر باپ کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ کبھی نرمی اور محبت کے ساتھ کسی معاملہ کی اصلیت کو دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ غصے سے ڈانٹنا اور مارنا شروع کر دیتا ہے۔ جب ان بیچاروں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں رہتا تو ان کے پھول سے چہرے کملا جاتے ہیں۔ ان کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں۔ ان کے اخلاق اور دماغ کمزور ہو جاتے ہیں۔ ہر وقت کی جھڑکیاں اور گھرکیاں انہیں نیم مجنوں بنا دیتی ہیں۔ اور کئی دفعہ ان سر دھریوں سے تنگ آ کر گھروں سے نکلکر آوارہ ہو جاتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ موسم سرما میں ایک اولاد گرم کپڑوں میں ملبوس اور دوسری کے گلے میں لدھیانہ کے کرتے بھی سالم نظر نہیں آتے۔ ایک بچے ہیں کہ والدین کے ساتھ دسترخوان پر عمدہ کھانے کھاتے ہیں۔ اور دوسروں کو بچے کچھے روکھے سوکھے ٹکڑے بھی وقت پر نہیں ملتے۔ باپ دوسری بیوی کے بچوں کیساتھ مخملی گدوں پر آرام کرتا ہے۔ مگر ان بیچاروں کو پھٹی پرانی توشک بھی بمشکل میسر ہوتی ہے۔ باپ کو کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں آتا کہ ان بیچاروں کی رات کیسے کٹتی ہوگی۔ میرے خیال میں اس سارے قصور کا ذمہ دار زیادہ تر باپ ہی ہوتا ہے۔ جو عدل و انصاف حکمت اور تدبیر کو عمل میں نہیں لاتا۔ اور بالکل ایک طرف جھک جاتا ہے۔ مرد کو اللہ تعالےٰ نے گھر کا حاکم اور نگران بنایا ہے۔ اگر وہ سرور انبیاء کے نقش قدم پر چلتا۔ اور بچوں اور بیویوں کے باہمی تعلقات اور ذمہ داریوں کو نبھاتا اور ہر ایک کے واجبی حقوق کو نگاہ میں رکھکر توازن قائم کرتا تو ایسے نقص اور خرابیاں ہرگز نہ پیدا ہوتیں۔ مرد کا فرض ہے کہ اگر بچوں سے کوئی قصور سرزد ہو جائے۔ تو اس کی اچھی طرح تحقیقات کر کے مناسب اصلاح کرے۔ بچوں کی خوراک اور پوشاک میں اور اظہار شفقت اور محبت میں کوئی فرق نہ ہونے دے جب بچوں کو سمجھ آتی ہے۔ تو اپنے آپ کو باپ کی شفقت محبت مال و دولت کا یکساں حقدار خیال کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ نتیجہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

دلِ نالاں جرس کی طرح آجاتا ہے جنبش میں
رواں سینہ سے جب ہے آنسوؤں کا کارواں ہوتا
خدا کے واسطے آزاد کر دو نالۂ دل کو
کہ کوئی آن میں کون و مکاں ہے لامکاں ہوتا

بیاہ شادی میں بھی یہ حسد رنگ لائے بغیر نہیں رہتا۔ سوتیلی مائیں جہیز وغیرہ اپنی اولاد کا پہلی اولاد سے کئی گنا بڑھکر طیار کرتی ہے۔ اور اس بے انصافی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بغض و عناد اور نفاق و فساد کا بیج دلوں میں بویا جاتا ہے۔ جو تن آور درخت بنکر بے اتفاقی کی مجسم صورت بن جاتا ہے جس سے کئی دفعہ کشت و خون کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ کئی خاندان اس طرح تباہ ہوئے اور کئی سلطنتیں تہ و بالا ہو گئیں۔ اگر باپ عدل و انصاف پر قائم رہتا۔ بچوں کو اپنی جگہ اور بیوی کو اپنی جگہ رکھتا۔ ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کی نگہداشت کرتا۔ اور رسول مقبولؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتا۔ تو کبھی ایسا برا خمیازہ اسے نہ بھگتنا پڑتا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت مردوں کو اس موذی مرض میں مبتلا اور لکھی پڑھی عورتوں کو سخت ہی غبی پایا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ عموماً پہلی اولاد کے رشتہ دار بچوں کو ہمیشہ دوسری ماں کے خلاف سکھاتے پڑھاتے اور ان کے دلوں میں دشمنی اور عداوت کی کاشت کرتے رہتے ہیں۔ دور اندیش باپ کا فرض ہونا چاہیئے کہ بچوں کو ایسے رشتہ داروں کے ساتھ ملنے سے قطعاً منع کرے۔ اور دونوں میاں بیوی ایک عملی نمونہ دکھائیں کہ بچوں کو اپنے والدین کے بغیر کوئی دوسرا دلی خیرخواہ نظر ہی نہ آئے۔ نرمی اور محبت سے انسان وحشی کو رام اور مطیع کر لیتا ہے۔ چہ جائیکہ انسان کا بچہ رام اور فرمانبردار نہ بنے۔ باپ عقل اور انصاف سے کام لیکر اس گتھی کو اچھی طرح سلجھا سکتا ہے۔ جو کام حکمت و تدبیر اور عمل و استقلال سے کیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہمیشہ درست نکلتا ہے۔

تیسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ بعض اوقات باپ بالکل اولاد کی طرف جھک جاتا ہے بیوی کو بے موقع اور بے محل حق طعن شروع کر دیتا ہے۔ جسے دیکھکر بچے اور بھی شوخ اور نافرمان ہو جاتے ہیں۔ ماں کے کسی اچھے حکم کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ ہمیشہ گستاخی کیساتھ پیش آتے ہیں جس کیوجہ سے عورت سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اور بچے سر چڑھ کر ساری عمر کیلئے بد زبان نافرمان خود سر اور نالائق بن جاتے ہیں۔ بڑے ہو کر کوئی صورت انکے سنورنے کی نظر نہیں آتی۔ اسکا صرف یہی علاج ہے۔ کہ باپ افراط و تفریط کو چھوڑ کر عدل کو اپنا ساتھی انصاف کو اپنا ہمدم استقلال کو اپنا رفیق اور اتباع رسول کو اپنا دستور العمل بنائے تو پھر ان تمام خاندانی تنازعات اور [illegible] ب ہو سکتا ہے۔

میں ہمیں قوم کو خاص طور پر اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہوں۔ کہ اپنے بے ماں کے بچوں کی حالت پر غور کریں۔ عدل و انصاف سے کام لیں۔ اندھا دھند بیوی کے کہنے کی تقلید نہ کریں۔ بچوں کی اگر خطا دیکھیں۔ تو ان کی مناسب اصلاح کریں۔ انکی خوراک پوشاک تعلیم و تربیت جائداد اور وراثت کی تقسیم میں یکساں سلوک روا رکھیں۔ کیونکہ انہیں قوم کے نونہالوں نے تہذیب و تمدن کی گرتی ہوئی عمارت کو سنبھالنا ہے۔ اپنے نیک نمونوں سے اُن میں اخلاق حمیدہ صداقت اولوالعزمی بہادری جرأت علیمی بردباری سخاوت مروت۔ عدل اور انصاف کی اعلیٰ صفتیں پیدا کریں۔ تاکہ یہ گلشن احمد کے پھول اپنے اخلاق فاضلہ کی خوشبو سے دنیا کے دماغوں کو معطر کرسکیں جیسا کہ سفید کپڑے پر تھوڑا سا داغ بھی بدنما لگتا ہے ایسا ہی خدا کے برگزیدہ نبی کی جماعت میں ذرا سا عیب یا نقص بھی نہایت ہی ناز یبا اور نمایاں معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایسا اولوالعزم خلیفہ عطا کیا ہے کہ وہ اخلاق محمدیؐ کا کامل نمونہ ہے۔ بیویوں اور بچوں کیساتھ ایسا منصفانہ مشفقانہ اور عادلانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں اسکی نظیر عنقا ہے واقعی ایسے ہی منصفوں اور عادلوں کیلئے اسلام نے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے۔ ورنہ عوام کی تو یہ حالت ہے۔ کہ جب دوسری شادی کرتے ہیں۔ تو پہلی اولاد اور بیوی کو ایسا چھوڑتے ہیں کہ الاماں۔ وہ دوسروں کے ٹکڑوں کے محتاج ہوجاتے ہیں۔ نہ انکو زمین میں سمانے کا کوئی طریقہ سوجھ پڑتا ہے۔ نہ آسمان پر چڑھنے کا راستہ نظر آتا ہے ایک طرف خاوند کی لاپرواہی دوسری طرف رزق کی تنگی تیسری طرف سوت کے بیجا طعن و تشنیع زندہ درگور کردیتے ہیں۔ بچے ابا ابا کرکے پیچھے دوڑتے ہیں۔ مگر باپ انکو دیکھنے کا روادار نہیں ہوتا۔ زبان مبارک سے یہی ارشاد ہوتا ہے کہ چلے جاؤ ہاتھ مت لگاؤ۔ میرے کپڑے خراب ہوتے ہیں۔ غرض مصیبت کا اندازہ وہی بیکس عورت کرسکتی ہے۔ جسکا اس سے سابقہ پڑا ہو۔

جب میں اپنے اولوالعزم خلیفہ کے انصاف اور حقوق شناسی کو دیکھتی ہوں۔ کہ باوجود دینی مشاغل کی کثرت اور متعدد بیویوں کی اولاد کے۔ عزیزہ سیدہ امتہ الحی کے بچے اور بچیوں کے ساتھ جسقدر محبت و شفقت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور اُنکی صحت تعلیم و تربیت خوراک پوشاک کا جسقدر خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اور جس عزت اور محبت سے حضرت سیدہ امتہ الحی کو یاد کیا جاتا ہے۔ تو بے اختیار منہ سے مرحبا اور جزاک اللہ نکلتا ہے۔ غرض خلیفۂ وقت ایسا عملی نمونہ پیش کررہا ہے۔ جس پر چلکر ہم ان تمام دکھوں اور مشکلات سے نجات پاسکتے ہیں۔ جبتک احمدی جماعت حقیقی طور پر اپنے خلیفہ کی اتباع نہیں کریگی۔ کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو رسول مقبولؐ حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفۂ وقت کے احکام کی پیروی اور نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔

قوّتِ ارادی

(ازجناب ناصر علی صاحب۔ راولپنڈی)

اللہ کریم نے اس کائنات کو اپنی جلوہ آرائیوں اور معجز نمائیوں کا آئینہ بنایا ہے۔ یہ اُس کی عجیب درعجیب قدرتوں کا منظر ہے۔ اور بے کراں عنایات کا کرشمہ۔ انسان کی طاقت نہیں۔ کہ ان میں سے کسی ایک کی کنہ تک پہونچ سکے۔ چہ جائیکہ اس زبردست اور مسحور کُن کارخانہ کو سمجھ لے۔ انسان جسے خداوند کریم نے مختلف قسم کی طاقتیں بخشی ہیں۔ کوشش کرتا ہے۔ کہ اُس صناع حقیقی کے عجائبات کی ماہیت معلوم کرسکے اس قسم کی کوششیں وہ شروع آفرینش سے کرتا آیا۔ اور تا آخر کرتا چلا جائیگا۔ وُہ ختم ہوجائیگا۔ پر خدائے قدوس کے عجائبات ختم نہ ہونگے۔

چونکہ ہر صحیح کوشش کا کچھ نہ کچھ نتیجہ مترتب ہوتا ہے انسان کی یہ پیہم تگ و تاز رنگ لائے بغیر نہ رہی اور اس نے اس کارخانۂ ایزدی میں حیران کُن باتیں معلوم کرلیں اسے پتہ چل گیا۔ کہ اُس کائنات کا ذرہ ذرہ حکمتوں سے معمور ہے۔ اس کی دماغ سوزی نے اُسے اس نتیجہ پر پہونچا دیا۔ کہ ہر شعبۂ حیات کا انحصار زبردست قوتوں پر ہے۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات تمام کے تمام خاص طاقتوں کے ماتحت کام کررہے ہیں۔ انسان کو چونکہ اللہ کریم نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اس کی طاقتیں بھی تمام طاقتوں سے اشرف ہیں۔ پھر ان طاقتوں کے جو انسان میں کارفرما ہیں درجے ہیں۔ چنانچہ

قوت ارادی

بالاترین طاقتوں میں سے ہے۔

"قوت ارادی" کام کرنے کی روح کو کہتے ہیں۔ ایسی روح جس سے کام کرنے کی ہمت پیدا ہو۔ یہ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ یہ سوال مضمون کو بہت طول دیگا۔ اس جگہ اتنا کہہ دینا کفایت کریگا۔ کہ تربیت کو اس طاقت سے بہت نزدیک کا تعلق ہے۔ اگر شروع سے ہی بچہ کی اعلےٰ پیمانہ پر تربیت کی جائے تو اس میں یہ طاقت جڑھ پکڑ جائیگی اور اگر خوش بختی سے اسے عمدہ صحبت میسر آگئی۔ تو چار چاند لگ گئے۔

قوت ارادی کا حلقۂ عمل بڑا وسیع ہے۔ یوں کہئے کہ انسانی قوتوں کی کل اسی ایک طاقت کے بل بوتے پر چلتی ہے۔ اگر یہ طاقت عمدگی سے کام کرے گی۔ تو انسان اپنے ہر کام میں عمدگی پائیگا۔ اور اگر یہ مدھم پڑ جائے۔ تو کسی کام میں روح نہیں ہوتی۔

قوت ارادی کا منبع اور اس کا میدان عمل دل اور دماغ ہیں۔ پس اگر قوت ارادی مضبوط ہے۔ تو آدمی کے دل و دماغ بھی مضبوط ہونگے۔ اور اگر دل و دماغ مضبوط ہو جائیں۔ تو اس کے قریباً ہر کام میں عمدگی پیدا ہوجائیگی۔

گناہ اور نیکی کا حصر زیادہ تر دل و دماغ کی کمزوری یا مضبوطی پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ماہرین علم النفس نے تجربوں کے بعد معلوم کیا ہے۔ کہ کثیر حصہ گناہوں اور کمزوریوں کا قوت ارادی کی کمزوری کیوجہ سے سرزد ہوتا ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اخلاق پرتو ہے اس قوت ارادی کا۔ اگر ہماری قوت ارادی مضبوط ہے تو ہم اپنے ہر عمل پر حاکم ہونگے۔ جو کام بھی کرینگے۔ سوچ کر اور جو قدم بھی اٹھائینگے سنبھل کر۔ استقلال قوت ارادی کی مضبوطی ہی تو ہے اگر ہم جانتے ہیں۔ اور کون نہیں جانتا۔ کہ باہمی محبت۔ اخوت ہمدردی۔ رواداری۔ عیب پوشی اعلےٰ اخلاق ہیں۔ اور پابندیٔ وقت۔ صحت۔ صفائی۔ سچائی۔ میانہ روی شگفتہ مزاجی ایسی صفات ہیں۔ جو ہمیں اپنے اندر جذب کرلینا چاہئیں اور قومی بہبودی کا احساس۔ قومی وقار کا احساس۔ قربانی نظام کا قیام اور اُس کی قدر ایسے امور ہیں۔ جنکی پابندی لازمی ہے۔ ایسا شخص جس کی قوت ارادی مضبوط ہے۔ جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔ جو وقتی جوش کی لہروں کی لپیٹ میں نہیں آجاتا۔ ان باتوں کو ہر آن پیش نظر رکھے گا۔ اور اپنے نفس کو کبھی موقعہ نہ دے گا۔ کہ وُہ اسے گرالے۔

کسی قوم کا بننا اور سنورنا اسکے افراد کا بننا اور سنورنا ہوتا ہے۔ اگر افراد کو اپنے نفسوں پر قابو ہے۔ اگر ان کی قوت ارادی مضبُوط ہے۔ تو وہ سچے معنوں میں فخر قوم ہیں۔ وہ خاموشی سے مگر نہایت احسن طریق سے اپنی قوم کی بنیادیں مضبوط کررہے ہیں۔ اور اسکے وقار کو بالاتر

کہتے ہیں۔ نپولین کی قوت ارادی اسقدر مضبوط تھی کہ وہ حسب خواہش دو چار منٹوں کے لئے گھوڑے کی پیٹھ پر ہی سو لیتا تھا۔

انبیاء علیہم السّلام کی قوت ارادی کا تو کیا ذکر؟ ان کا تو ذرہ ذرہ اپنے مولا کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ کہ فاذا عزمت فتوکل علے اللہ کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے خدا پر توکل رکھکر اسے کرنکل۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح مبارک دیکھنے سے خداتعالیٰ کی قدرتوں پر یقین بڑھ جاتا ہے

اللہ اللہ وہ کیا مبارک وجود تھا۔ اس کے ہر کام میں قوت ارادی کی سحر طرازیاں جھلک رہی ہیں۔ پھر یہ قوت **اولوالعزمی** پیدا کرتی ہے۔ اور چاہے کیسا ہی کٹھن اور دشوار گذار رستہ کیوں نہ ہو۔ اگر اس پر چلنے کا ارادہ کر لیا۔ تو پھر یہ طاقت پیچھے ہٹنے نہیں دیتی۔ ہمارے موجودہ **امام** (ایدہ اللہ بنصرہ) کو اللہ تعالے نے **اولوالعزم** کا خطاب دیا ہے۔ اس کی حقیقت حضور کے کاموں سے ہویدا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ مبارک سامنے رکھا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح (سترہ سال کی عمر میں) کے دل میں ٹھن جاتی ہے۔ کہ اگر ساری دنیا بھی آپ کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ تو میں اکیلا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو دُنیا کے اس سرے سے اس سرے تک پہونچاؤنگا۔ پھر یہ قوت ارادی کی ہی حیرت زا استواری تھی۔ جس نے وہ کام کئے۔ کہ ایک عالم کو جنبش دے دی۔

مومن کی قوت ارادی اس کے ایمان کی گرمیوں سے مل کر کچھ عجیب انداز پیدا کر دیتی ہے۔ اور ایسی طاقت بن جاتی ہے۔ کہ پر خطر جنگل۔ ہیبت ناک تنہائیاں اور تلاطم خیز سمندر اس کے آگے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے ؛

اگر ہماری قوت ارادی مضبوط ہے۔ تو ہم اس ارادہ کو اس عہد کو جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیا پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے ساتھ کیا۔ اور اب اولوالعزم کے ساتھ باندھا ہے۔ اس کا ایک ایک حرف پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر یہ قوت ارادی ہمیں ایسی بلند اور مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیگی۔ کہ نفس کے جھونکے۔ اور دنیا کے فتنے اور شیطان کے پھندے ہم تک رسائی نہیں پائیں گے ؛

اس طاقت کے پیدا ہو جانے سے انسان دنیا میں بھی پختہ کام ہو جاتا ہے۔ اور دین میں بھی۔ اسوقت اس کا ایک کیریکٹر بن جاتا ہے۔ دیکھئے سکھ تمباکو نہیں پیتے۔ سخت تپش کے ایام میں بھی بالوں کو رہنے دیتے ہیں۔ انکے گرد و پیش کے حالات ایسے ہیں۔ کہ اگر وہ چاہیں تو ان پابندیوں کو نہایت خوشی سے توڑ پھینکیں۔ مگر وہ ایسا نہیں کرتے یہ انکے ارادہ کی پختگی اور (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) تربیت کے ثمرات ہیں۔ یورپ کے رہنے والے اگر ناموافق حالات میں بھی اپنی طرزوں کو ایشیاء وغیرہ بلاد میں نہیں چھوڑتے۔ تو کیا انکے وقار میں کچھ کمی آجاتی ہے

بہت عرصہ کی بات ہے میں نے ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضور مجھے ایسے طریق بتلائیں کہ سستی اور کاہلی پاس نہ پھٹکے۔ حضور نے فرمایا سستی دور کرنیکا بہترین طریق یہ ہے۔ کہ سستی دور کر دو اسیطرح حضور نے ایک جلسہ کے موقعہ پر حقہ چھوڑنے کے متعلق فرمایا۔ کہ اسکے ترک کرنیکا طریق یہ ہے۔ کہ حقہ قطعاً چھوڑ دو۔ ہمارے لئے تو اللہ کریم نے بہت آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ہمیں روحانیت کے ایسے مشعل بردار دئے۔ جنکے مسلک پر گام فرسا ہونے سے ہر رنگ کے صفات ہم حاصل کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے +
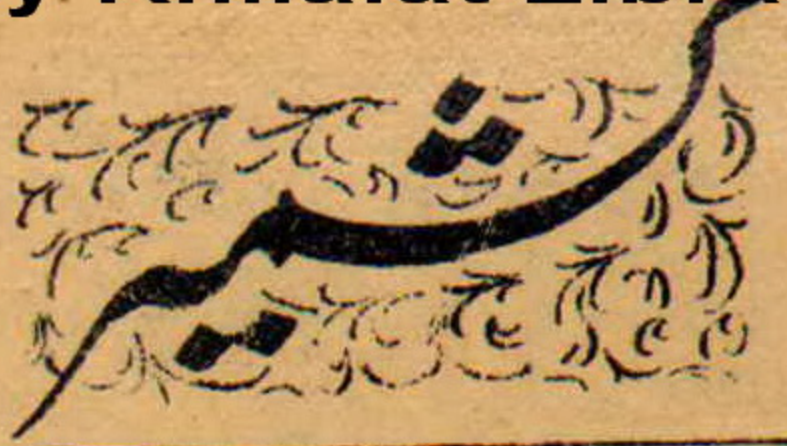
کشمیر

ربوہ ذاتِ قرارٍ ومعینٍ

(از شیخ مصباح الدین احمد صاحب)

خطۂ کشمیر کی تعریف کے متعلق شعراء اور ادباء نے خوب طبع آزمائیاں کی ہیں۔ اور اس کے حسن اور خوبصورتی سے متاثر ہو کر اسے جنت اور فردوس سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن انسان کے قویٰ محدود۔ اس کے افکار محدود۔ اس کا علم محدود اور اس کا تخیل بھی محدود۔ انسانی تخیل نے بلند پردازی کی تو بعض مقامات کی سرسبزی و شادابی ان کے گل پھول کی رونق و بہار کو دیکھکر جنت کہدیا۔ بعض شعراء نے کشمیر کو جنت قرار دیا۔ اور بعض نے دیگر مقامات کو۔ اسی طرح دیگر ممالک یورپ اور امریکہ کے ادیبوں نے اپنے اپنے ملک کے خوش منظر مقامات کو فردوس کہا۔ لیکن مَا عَیْنٌ رَأَتْ۔ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ۔ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔ چونکہ نہ جنت دیکھی تھی۔ اور نہ اس کی خوبصورتی کی کیفیات سے واقف تھے۔ اس لئے ہر ایک نے الگ الگ منظر قدرت کو علیٰ وسعتِ تخیل جنت قرار دیدیا۔ اور ایک ہی حسن کو کثیر التعداد مقامات کی طرف منسوب کر کے اسکو عام کر دیا۔ اور یکتائی جو کہ حسن کا خاصہ اور کمال تھا اس کو مٹا دیا ؛

خدا تعالے یکتا۔ اس کی قدرت یکتا۔ اس کا قول یکتا۔ اس کا فعل یکتا۔ الغرض اس کی ہر بات میں شان یکتائی۔ کشمیر کو اس نے بنایا۔ اور کیا ہی احسن بنایا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ پھر کشمیر کی تعریف میں اس نے بھی کلام فرمایا۔ اور اپنی شان یکتائی کے مطابق یکتا کلام فرمایا۔ اس میں کشمیر کے ایسے محاسن کا ذکر فرمایا جن میں دنیا کا اور کوئی منظر قدرت اس کا شریک نہیں۔ الفاظ ایسے جامع اور مانع کہ خالق اور مخلوق کے کلام اور قدرت میں نمایاں فرق کرنیوالے ہیں۔ ربوۃ ذات قرارٍ و معینٍ۔ یعنی کشمیر ایک ٹیلہ ہے جو کہ قابل رہائش اور چشموں سے پُر ہے۔ تمام زائرین جنہوں نے سیاحت کشمیر کی ہے۔ کہہ اٹھیں گے کہ یہی وہ سچی اور درست تعریف ہے۔ جو خطہ کشمیر پر صادق آتی ہے۔ ؎

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
یہاں قدرت وہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

کشمیر میں ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے اور آبشار کیا ہی بہار دکھا رہے ہیں۔ ان چشموں کی کثرت کا کیا کہنا۔ چشمہ شاہی ہارون کوثر ناگ۔ ویری ناگ۔ ککڑ ناگ۔ اننت ناگ اہربل۔ اچھابل وغیرہ یہ تو چند مشہور چشمے اور آبشار ہیں۔ جہاں کہ زائرین و شائقین جاتے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ ہر علاقہ اور ہر قطعہ میں اس کثرت سے چشمے بہ رہے ہیں۔ کہ ان کی تعداد معلوم نہیں۔ دریائے جہلم۔ ڈل اور جھیل ولر ان کے علاوہ ہیں۔ الغرض دنیا میں اور کوئی ایسا خطہ نہیں۔ جہاں کے اتنے رقبہ میں اس قدر ان گنت چشمے جاری ہوں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اسے ذاتِ معین فرمایا۔ ان عیونٍ جاریۃ اور آبشاروں نے وادیٔ کشمیر کو ایک ایسا سبزہ زار اور مرغزار مقام بنا دیا ہے۔ کہ اس کی شائد ہی کہیں مثل ہو +

آب و خورش انسانی زیست کے دو لازمی جزو ہیں۔ اور انسان وہیں بآرام رہائش کر سکتا ہے۔ جہاں یہ دونوں چیزیں بکثرت و بسہولت میسر ہوں۔ دنیا میں اکثر پہاڑ اور بلندیاں ہیں۔ جہاں محض پتھر اور چٹانیں ہیں۔ وہاں قابل پیداوار زمین نہیں ملتی۔ وہاں کے ساکنین کا گذارہ جانوروں کے دودھ۔ خشک پھل۔ یا میدان سے گئی ہوئی چیزوں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح اکثر ایسے پہاڑ اور ٹیلے ہیں۔ کہ جوں جوں اوپر چلتے جاؤ۔ چند گز مربع بھی ہموار زمین نظر نہ آئیگی لیکن یہ وصف صرف بلندئی کشمیر کو حاصل ہے۔ کہ اس کے ساکنان کے لئے بکثرت سامان خوراک وہیں پہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے پہاڑوں پر ہم جتنے بھی اونچے چلے جائیں۔ وسیع اور ہموار میدان پاتے ہیں۔ اور قابل پیداوار زمین ملتی ہے۔ سیب اور ناشپاتی کے پیڑ مکی اور چاول کے کھیت لہراتے ہوئے ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اسے ذات قرار فرمایا۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت مسیح کو اس علاقہ میں اس لئے بھیجا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو آسمانی بادشاہت کے آنیکی بشارت سنائیں۔ وہ بھیڑیں کشمیر کے پہاڑوں میں جا گزیں تھیں۔ حضرت مسیح کو شام سے کشمیر کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ تا اپنے مشن کی تکمیل کریں۔ کشمیر ایک غیر ملک تھا اور بتقاضاء بشری ان کے دلمیں خورد و نوش اور جائے قرار کے متعلق تشویش ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے ذات قرارٍ و معینٍ فرما کر انہیں تسلی دی۔ بعض محبان نے انہیں حیات جاوید دیکر فلک چہارم کی طرف اٹھانا چاہا۔ مگر وہ یردن کے کنارہ ناصرہ میں پیدا ہونیوالا یوز آسف جہلم کے کنارے سری نگر میں مدفون ہو گیا۔ اور ربوۂ کشمیر نہ صرف دنیوی زندگی میں ان کے لئے ذات قرارٍ و معینٍ ہوا۔ بلکہ وفات کے بعد بھی انہیں اپنی آغوش میں قرار دیا ؛

عیسائیت میں جوڑ توڑ

(از جناب مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے مبلغ اسلام یونائیٹڈ امریکہ)

جنیوا میں جہاں یورپ کی اقوام ملکر یہ فیصلہ کر رہی ہیں کہ کس طرح ان کی سیاسی و تمدنی و اقتصادی رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ اور لڑائی کے جو بواعث ہیں۔ وہ نہ رہیں۔ وہاں پادریوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ کس طرح عیسائیت کے آپس میں جسقدر اختلافات ہیں۔ اگر وہ اصولی رنگ میں نہیں تو ان کو چھوڑ کر سب متحد ہو جائیں۔ اور جہاں اصولی اختلاف کا بھی سوال ہو وہاں حتی الوسع کوشش کی جائے۔ کہ آپس کی خلیج پہلے سے نہ بڑھے۔ اور ایک دوسرے کے نقطۂ نگاہ کو ٹھنڈے دل سے سوچا جائے۔ اور دیکھا جائے۔ تا کہ آپسمیں رواداری پیدا ہو۔

ناظرین اخبار الفضل کو شائد خیال پیدا ہو کہ یورپ اور مذہبی معاملات میں غیر رواداری کے کیا معنی کیونکہ آج تک تو ہم یہی سنتے اور پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کہ یورپ کے لوگ بہت وسیع حوصلہ اور کامل رواداری کے قائل ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کی ظاہری رواداری صرف دکھاوے کی ہے۔ اصل حقیقت کچھ اور ہے۔ عام طور پر لوگ مذہب سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ اس واسطے یہ ظاہر داری اختیار کرنا پڑتی ہے۔ لیکن جہاں مذہب کا سوال پیدا ہو جائے تو پھر ان لوگوں میں اور کسی قوم میں قطعاً کسی قسم کا فرق نہیں رہتا۔ یہ تو خیر جملہ معترضہ کے طور پر تھا۔ ہمیں اس سے نہایت خوشی ہوتی ہے۔ جبکہ ہم یہ پڑھتے ہیں۔ کہ دنیا میں لوگ صلح و آشتی سے رہنے لگ گئے ہیں۔ یا کوشش کر رہے ہیں۔ اور پھر ہماری خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جبکہ ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کے زاویہ نگاہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے گو عیسائیت کا یہ اجتماع اس غرض کے لئے ہی قائم ہوا تھا کہ اسلامی دنیا میں متحدہ عیسائی جھنڈا اکھڑا کیا جائے۔ تاہم ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ اس تحریک کا خیر مقدم کریں۔ مگر ہمیں یہ پڑھکر افسوس بھی ہوا۔ کہ بعض لوگ غیر عیسائی ممالک میں یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ عیسائی مذہب میں کوئی تفریق نہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ عیسائیت میں نہ صرف پانچ سو سے زائد فرقے ہیں جن کا آپس میں اصولی اختلاف ہے۔ بلکہ مذاہب بھی جدا گانہ ہیں۔ یعنی خود عیسائیت کے اندر نئے مذہب کے رنگ کی تحریکیں ہیں۔

اس وقت ہم صرف اس تحریک کا ذکر کرینگے جو ابھی چند سال سے شروع ہوئی ہے۔ اور بڑی سرعت سے ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہ تفریق متوازی طور پر نہیں۔ بلکہ عمودی شکل اختیار کر رہی ہے۔ عیسائیت کے تمام فرقوں اور مذہبوں میں وہ تحریک اس قسم کی صورت اختیار کرتی چلی جاتی ہے کہ سب میں سے ایک قسم کے خیالات کے لوگ ایک طرف ہوتے جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے خیالات کے لوگ الگ۔

مزید تشریح کے لئے یہ لکھدینا کافی ہوگا۔ کہ ایک فریق تو بائیبل کے الہامی ہونے سے انکار کر رہا ہے۔ اور اس کی بہت سی باتوں کو غلط مان رہا ہے۔ حضرت مسیح کی شخصیت یا الوہیت سے انکار کر رہا ہے۔ یا معجزات کا رد کر رہا ہے۔ اور دوسرا گروہ اپنے اپنے فرقوں میں اپنی پرانی روایات معتقدات موہومات اور کتابوں کا اپنے آپ کو لفظاً الہامی قائل بتا رہا ہے۔ پروٹسٹنٹوں اور رومن کیتھلک تمام قسم کے لوگوں میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ جو اپنی تمام روایات کتب رسومات وغیرہ کا انکار کر رہے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ سب محض انسانی ساخت ہے۔ جہلاء کے لئے مجازی زبان میں یا استعارات کے رنگ میں بیان شدہ واقعات ہیں۔ الہام و وحی کا دنیا میں قطعاً کوئی ایسا وجود نہیں۔ جس قسم کے مذہبی لوگ قائل چلے آئے ہیں۔

یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ مذہب انسان کے دماغ کی ترقی کے ساتھ ترقی کرتا چلا آیا ہے۔ خود انسان کی اپنی ساخت ہے۔ اسمیں سچ و جھوٹ ہر قسم کی آمیزش ہے۔ لیکن انسانی سوسائٹی کا ارتقاء اسی طرح ہوا ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو مسیحی کہلاتے ہیں۔ لیکن بغیر کسی قسم کی قیود و پابندیوں کے۔ ان کے بالمقابل جو دوسرا گروہ ہے جو خود اپنے اندر بہت قسم کے خیالات رکھتا ہے۔ لیکن ان میں سے ممتاز حصہ وہ ہے جو اپنے آباؤ اجداد کے خیالات کا قائل اور باوجود مظاہر قدرت اور تجربہ مشاہدہ و تواریخ کے خلاف ہونے کے وہ پرانے اعتقادات کا اسی طرح قائل رہنا چاہتا ہے۔ جیسے کہ اس کے آباؤ اجداد پہلے آتے یہ فریق دن بدن گھٹ رہا ہے۔ لیکن چونکہ اولیت اسے حاصل ہے اسلئے ابھی اسکی تعداد کافی ہے۔ گو اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اس میں استثناً بہت کم ہے۔ اول الذکر گروہ دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ اور اہل علم و تجربہ لوگ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں روز بروز ان کیساتھ شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ انکو یورپ کی خاص اصلاح میں [illegible] کہتے ہیں۔ اور پہلے فریق کو Fundamentalists ان کی روز بروز آپس میں جھپٹیں ہو رہی ہیں۔

چنانچہ تین سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ کہ امریکہ کی ریاست Tennessee میں ایک سکول ماسٹر پر مقدمہ چلایا گیا کہ وہ سکول کیوقت تعلیم میں مسئلہ ارتقاء کی تعلیم دیتا ہے۔ جو بائیبل کے خلاف ہے۔ ریاست نے اس استاد کے خلاف فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس ریاست میں جہالت کا زور ہے ایسے ہی اور بھی واقعات ہو رہے ہیں۔ بعض جگہ حلفیں لی جا رہی ہیں۔ کہ کوئی شخص سکول یا کالج یا یونیورسٹی میں تعلیم نہیں دیسکتا۔ جب تک کہ وہ یہ نہ اقرار کرلے کہ مسئلہ ارتقاء غلط ہے اور بائیبل میں جو رطب و یابس ہے۔ وہ سب لفظاً لفظاً صحیح ہے چنانچہ بعض مرد و عورتوں کو اسی وجہ سے علیحدہ بھی کر دیا گیا ہے اب یہ تحریک زوروں پر ہے۔ چنانچہ ایک ہفتہ ہوئے لنڈن سے جو تاریں موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں بھی یہ اختلاف رونما ہو گیا ہے۔ اور بڑے بڑے لوگ اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ ہم ان تاروں کا ترجمہ خلاصۃً ناظرین الفضل کی ضیافت کیلئے یہاں درج کر دیتے ہیں۔

پاؤنیر ۱۷۔ اکتوبر کی تار مندرجہ صفحہ ۲ کالم ۵

ویسٹ منسٹر ایبے میں لیکچر دیتے ہوئے ڈاکٹر بارنز بشپ برمنگھم نے کہا۔ "گذشتہ نصف صدی سے زیادہ کی علمی و سائنٹیفک تحقیقات نے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہونچا دی ہے۔ کہ ڈارون کا دعوےٰ سچا ہے کہ انسان بندر سے ترقی پاکر بنا ہے۔۔۔ آدم حوا کی آفرینش کا ذکر جو بائیبل کی کتاب پیدائش میں درج ہے۔ یا یہ کہ انسان ابتداء میں معصوم تھا۔ لیکن بعد میں گناہ میں ملوث ہو گیا۔ اور اپنی اصل حالت سے گر گیا محض قصے کہانیاں رہ گئے ہیں۔ ان کی حقیقت کوئی نہیں جو کچھ علم حیاۃ نے ثابت کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جسے ہم انسانی کمزوری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسکی بہت بڑی بنا ان فطری تقاضوں پر مبنی ہے۔ جو قدرت نے فطرت میں ودیعت کئے ہیں"

پاؤنیر ۱۹۔ اکتوبر کی تار مندرجہ صفحہ ۲۔ کالم ۲۔

لنڈن ۱۶۔ اکتوبر۔ بشپ بارنز آف برمنگھم سینٹ پال کے گرجے کی محراب میں کھڑا ہوا لیکچر کا مضمون "تخلیق انسان" تھا۔ ابھی آپ کھڑے ہی ہوئے تھے۔ کہ کیپٹن ڈی مگ ولیسٹر جو لنڈن شہر کے ایک حصہ کے رجسٹرار ہیں۔ جلدی سے قدم اٹھاتے ہوئے گرجے کے پہلو میں محراب کے پاس پہونچ گئے۔ ان کے ساتھ نوجوانوں کا ایک گروہ تھا۔ وہاں کھڑے ہوکر آپنے بشپ صاحب کو بے نقط سنائیں۔ اور کہا۔ کہ وہ جھوٹی اور گمراہ کن تعلیم دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی آپنے بشپ آف لنڈن کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے حلقہ میں بشپ صاحب کی وعظ گوئی بند کروا دیں اور نیز کہ فوری تدابیر اختیار کی جائیں۔ جن کی رو سے ان کا

بشپ کا عہدہ ان سے چھین لیا جائے۔ اور ان کو ملعون و مردود قرار دے کر کلیسیاء سے خارج کیا جائے۔ جب تک کہ وہ پورے طور پر تائب ہو کر اپنی غلطیوں کا اقرار نہ کریں یہ جو کچھ ہوا۔ اصل میں بشپ صاحب کے اس لیکچر کی وجہ سے تھا۔ جو آپ نے عشاء ربانی کا سچ وجھوٹ کے نام سے دیا تھا۔ اور جس میں آپ نے تحقیر آمیز پیرائے میں بیان کیا تھا کہ کلیسیا میں کے ہر دو اعتقاد ... غلط اور بے ہودہ ہیں۔ (اول الذکر کا مختصر مطلب یہ ہے۔ کہ عشاء ربانی میں جو روٹی اور شراب کھائی پی جاتی ہے۔ وہ واقعی اور حقیقتاً مسیح کا خون وجسم بن جاتی ہے۔ مؤخر الذکر کا یہ مطلب ہے۔ کہ شراب اور روٹی ملکر انسان کے جسم کے اندر مسیح کے جسم وخون کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ مختصراً ان کو قلب و تقلیب ماہیت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے) اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو رہا تھا۔ جو آخر اس صورت میں پھوٹ پڑا۔ اس تقریر کے دوران میں بشپ مذکور نے کہا تھا کہ اس قسم کے اعتقادات پرانے جادو اور جہالت کے زمانے کی یادگاریں ہیں۔ اور ہر زمانے میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو طرح طرح کے حیلوں اور جعل سازی سے اس جہالت کے بُت کو کھڑا کرتے رہے ہیں۔ جب گرجے کے توالی کے افسر نے دیکھا۔ کہ گرجے کے اندر ایک قسم کی بے قاعدگی رونما ہو رہی ہے۔ تو اس نے باجا اس زور سے بجانا شروع کر دیا کہ آخر ولیسبٹر صاحب کی آواز دب گئی۔ بشپ بارنز سر جھکائے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ کیپٹن ولیسبٹر ۰۰ ہ آدمیوں کی تعداد کے ساتھ گرجے سے نکل گیا۔

دوران ملاقات میں پادری ولیسبٹر صاحب نے کہا۔ کہ حیرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ دنیا کے مرکزی گرجے میں ایسے بد مذہب آدمی کو وعظ کے لئے دعوت دی گئی ہے۔ باقی "سینٹ پال" کے لاٹ پادری ڈین انج نے کہا میں بالی فساد ہوں۔ اس لئے کہا۔ کہ میں ایسے الزام کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اگر مجھے جیل خانہ میں بھیجا گیا۔ تو میں اپنی انتہائی مسرت خوشی اور خوش قسمتی سمجھونگا۔ کیونکہ دنیا پر اس مذہبی بے ہودگی کا پول کھل جائیگا۔ جو مذہب کے نام پر سکھلائی جارہی ہے"

پاؤنیر نے ان ہر دو تاروں پر دو متضاد نوٹ لکھے ہیں۔ ایک کا ماحصل یہ ہے۔ کہ جو کچھ بشپ بارنز نے کہا۔ وہ عین انگلش چرچ کی روایات کے ماتحت ہے کیونکہ اس چرچ کی بنیاد پوپ کی تقلید سے آزادی اور عقل کی حکومت پر قائم ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا۔ کہ عقیدہ کے لحاظ سے پادری ولیسبٹر صاحب کا پانسا ابھی تک بھاری ہے کیونکہ اگر بشپ کا عقیدہ تسلیم کیا جائے۔ تو پھر ہمیں تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اس سے نجات کا ایک ہی طریق ہے۔ جو عیسائیت نے بتلایا ہے۔ کہ انسان پہلے معصوم تھا۔ لیکن بعد میں گنہگار بن گیا۔ اور گناہ ورثہ میں اسے ملا۔

تعجب ہے۔ کہ دین کے معاملہ میں ان لوگوں کی ... ... عقلوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ اگر انسان پہلے معصوم تھا۔ اس میں گناہ کرنے کا مادہ ہی نہ تھا۔ تو گناہ کیسے کیا اور اگر کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ انسان خود بھی خالق ہے پھر ورثہ میں گناہ کا ملنا یہ خدا کو اور بھی ظالم ٹھیراتا ہے۔ اور اگر کہو کہ انسان معصوم تھا۔ لیکن اس کو اختیار تھا۔ کہ نیکی اور بدی اختیار کرے۔ تو بہر حال اختیار کرنا بھی اس کو خدا نے دیا۔ یہ تو ہندو عقیدہ تناسخ والا معاملہ ہے۔ کہ اس قسم کے گناہ پہلے جنم کا نتیجہ اور اس کے اس سے پہلے کا۔ یہاں تک کہ دور تسلسل جاری ہو جائے۔

اس کے بعد ۱۹۔ اکتوبر کے پرچہ میں ایک بہت مفصل تار شائع ہوئی ہے۔ جس کی سرخی پاؤنیر نے پھوٹ کلیسیا رکھی ہے۔ ملخص کے طور پر اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ انگلستان کے لاٹ پادری کو بشپ بارنز نے اس واقعہ کے بعد ایک خط لکھا۔ جس میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب میں ہمیشہ سے ایک غلطی کا ارتکاب ہوتا رہا ہے۔ کہ معلمین دین انکشافات سائنس وعلم سے خود بھی بے بہرہ رہتے رہے ہیں۔ اور اوروں کو بھی رکھا ہے۔ گویا ان کے نزدیک کوئی ایسی ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ علم حیاۃ کے جاننے والے جسقدر عالم ہیں۔ وہ سب مقر ہیں کہ اصول ارتقاء بالکل صحیح ہے۔ اور واقعات پر مبنی ہے اور تجربہ ومشاہدہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ میرے نزدیک کلیسیا کی دوسری کمزوری یہ ہے۔ کہ عشاء ربانی کے متعلق غلط اصول اور اعتقادات تبلائے جاتے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے تعلیم یافتہ اور فہیم طبقہ دین سے دور جا پڑا ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ان مادی اشیاء میں روحانی اثرات وحقائق تلاش کریں جو نہ مادی طور پر اور نہ روحانی طور پر ہمیں نظر آتے ہیں۔ محض کسی پادری کے کہنے سے روٹی اور شراب مسیح کا گوشت پوست کیسے بن سکتے ہیں۔

مجھے اصرار ہے۔ کہ میں حق پر ہوں اور میں کسی جھوٹ کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور نہ ہی میری تعلیم میں کسی قسم کا الحاد یا بدعت ہے۔ جس بات کو میں حق سمجھتا ہوں۔ اس کی میں ضرور تعلیم دونگا۔ اور اس سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی"

سینٹ پال کے پادری ڈین انج صاحب Dean Inge علمی دنیا میں ایک مشہور ومعروف آدمی ہیں۔ انہوں نے کیپٹن ولیسبٹر کو ایک سخت خط لکھا ہے اور کہا ہے۔ کہ وہ ایسے رذیل آدمیوں سے مخاطب ہونا بھی پسند نہیں کرتے۔ ادھر پادری صاحب اپنی ہٹ پر اڑ گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ جو ہو سو ہو۔ وہ اس بات کا فیصلہ کروا کے چھوڑینگے۔ کہ آیا تعلیم بائیبل لفظاً لفظاً صحیح ہے۔ یا سائنس درست۔

ناظرین اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ کہ اگر بشپ بارنز کا غلبہ ہو گیا۔ جیسا کہ ہوا کا رخ یہی بتلاتا ہے تو پھر عیسائیت کا بطور مذہب کے خاتمہ ہے

اس مضمون کے لکھنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی ہے۔ کہ یہاں ہندوستان کے پادری اپنے اندرونی افتراق وشقاق کو نہ صرف چھپا رہے ہیں۔ بلکہ بعض ان میں سے جیسا کہ کلکتہ کا مشہور پرچہ ایپی فینی ہے۔ وہ در پردہ بشپ بارنز کے ہمراز ہیں اور ساتھ ہی دبی زبان سے ایسے الفاظ کہے جاتے ہیں۔ کہ جن سے ہندوستان کے غیر عیسائی لوگوں کو دھوکہ لگ جائے۔ اس کی تفصیل الفضل کے کسی آئندہ اشو میں انشاء اللہ بیان کی جائیگی۔

فرقان ہاتھ میں ہو تو کیا اور چاہیئے

(از حبیب الرحمٰن صاحب۔ صادق جمشید پور)

مجھ کو نہیں ہے کوچۂ جاناں سے کچھ غرض
جاتا ہوں میں وہاں۔ جہاں دیدار ہو سکے

مجھ کو نہیں ہے جنّت فردوس کا خیال
مولے کا جس جگہ سے بھی دیدار ہو سکے۔

یٰس کو پڑھونگا میں اک زور شور سے
مُردہ بغیر رُوح کے بیدار ہو سکے

مومن پڑھونگا شام وسحر دن کی ہر گھڑی
منکر خدا کے حکم سے ہوشیار ہو سکے

الکھف پڑھ کے فتح میں پا لونگا بالضرور
دجّال اپنے مکر سے لاچار ہو سکے

الفاتحہ کے فیض کا لازم ہے یہ اثر۔
فردوسیوں کا بھی سپہ سالار ہو سکے

قرآن ہاتھ میں ہو۔ تو کیا اور چاہیئے
صادق ہر ایک کاشف الاسرار ہو سکے۔

مسلمان بھائیوں سے التماس

(از محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر گوہر دین صاحب مانڈلے)

"نزلہ بر عضو ضعیف مے ریزد" ایک مشہور مثل ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ کمزور انسان کو ہر ہلکے سے ہلکا مرض بھی ایسا سخت دباتا ہے۔ کہ اس کی بنیادِ ہستی ہل جاتی ہے۔ کمزوری سو بیماریوں کی ایک بیماری ہے۔ خواہ کسی قسم کی ہو۔ دینی ہو یا دنیوی جسمانی یا روحانی تعلیمی ہو یا مالی۔ کوئی کمزوری ہو۔ یہ ایسا زہریلا مادہ ہے۔ کہ اگر قوم کا بیشتر حصہ اس میں مبتلا ہو۔ تو اس کی ہلاکت میں کچھ شبہ نہیں۔ اور ترقی کے دروازے تو اس پر سب طرف سے بند ہونگے۔ کمزور قوم کبھی بام ترقی پر نہیں پہنچ سکتی۔ اس کو کبھی معراج کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔

آج مسلمانوں پر عرصۂ حیات کیوں تنگ ہے؟ آج دنیا وسیع ہونے کے باوجود ان پر کیوں محدود ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ کمزوری کے سوائے اور کچھ نہیں۔ جب تک انہوں نے اپنے ہر ایک پہلو کو مضبوط اور بڑھائے رکھنے کا تریاق اپنے پاس رکھا ان کی فضائے زندگی بہتر سے بہتر رہی۔ ان کا ہر قدم آگے ہی بڑھتا رہا۔ دنیا کے فلک پر چاند کی طرح چمکے۔ نہ صرف خود بلکہ دنیا کو تہذیب و شائستگی اور انسانیت کا جامہ پہنا گئے۔ مگر وہی مسلمان جو آفتاب عزت تھے۔ جو دنیا میں ممتاز گنے جاتے تھے۔ جن کا شہرت کے آسمان پر کوئی ثانی نہ تھا۔ جب کمزوریوں سے دوچار ہو گئے۔ تو آج دنیا کے لئے درس عبرت! مصائب و آلام کے شکار! اور "مرد بیمار" ہیں۔

دنیا کے ضعیف سے ضعیف حوادث ان کے لئے بادِ سموم سے کم نہیں۔ ہر ایک لہر سے پامال ہوئے جاتے ہیں۔ اور ہر جھونکے سے پراگندہ۔ ان کی شان اور بان اس وقت سے ہی ٹوٹنی شروع ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے پہلوؤں کو کمزوریوں سے بچانا چھوڑ دیا۔ بلکہ ہر کمزوری کو بڑھ کر گلے لگایا۔ آہ آج دنیا بھر کی کمزوریوں کی آماجگاہ مسلمان ہی بنے ہوئے ہیں۔ جس لحاظ اور جس پہلو سے بھی دیکھو تعلیم میں مسلمان کمزور! صنعت و حرفت میں مسلمان کمزور! تجارت جو ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ اس میں مسلمان کمزور! دینی دنیاوی کمزوری کے علاوہ اگر ظاہری و جسمانی حالت کو دیکھیں تو اس میں بھی ان کی کمزوری صفِ اول میں ہوگی۔ خدا کی پناہ! کوئی کمزوری اور کوئی مرض ایسا نہیں رہا جس میں مسلمانوں کا حصہ نہ ہو۔

مسلمانو! آج آپ نے اچھی طرح دیکھ اور سمجھ لیا کہ اپنے پیارے ہادی کے پُرحکمت ارشاد کو نہ سمجھ کر پیارے اسلام کے حکموں کو بھول کر نادان علما کے پیچھے چل کر آپ کس عمیق و تاریک گڑھے میں گرے۔ خدارا! اب بھی سنبھل جاؤ کہ ابھی وقت ہے۔ ان اوہام باطلہ ان فاسد خیالات کو یک قلم چھوڑ دو۔ اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے ہر ارشاد پر جو فالحقیقت آپ کی بہتری و بھلائی پر مبنی ہے۔ لبیک کہو۔ کان دھرو۔ اور عمل پیرا ہو تا اس مفلسی اور آلام سے نجات پا سکو اور فلاح و عروج و ترقی خدا نصیب ہو۔

بُرا نہ ماننا یہ ڈھنگ دنیا میں رہنے کے نہیں ہیں۔ انکو چھوڑ دو اور آؤ حضرت امام کے نصائح دل کے کانوں سے سنو! ہر لفظ کو سینوں پر لکھ لو۔ تاکہ بیکسی کے دن کہیں جلد دور ہوں۔ یہ درست کہ قرآن و حدیث مسلمانوں کا اصل رہبر ہے۔ مگر اس کو سمجھانے والا بھی تو کوئی درکار ہے۔ سوچو کہ بی۔ اے۔ ایم۔ اے یا کسی بھی علم کے سمجھنے کیلئے کیا صرف ان علوم کی کتب ہی کافی ہوتی ہیں؟ اگر اس طرح کامیابی ہو سکے تو کیوں مدارس و ٹیچر مقرر کئے جائیں۔ کیوں نہ ان کتب کو پڑھکر ہر علم کا عالم انسان خود ہی بن جائے۔

قرآن کریم کے نکات سمجھنے کیلئے استاد کی ضرورت ہے۔ اور جس طرح کسی بڑے علم کے لئے بڑے پروفیسر کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح یہ علم بھی چونکہ حکمت و معرفت کا دریا ہے اس کا پروفیسر بھی یکتائے زمانہ ہونا چاہیئے۔ ہما۔ شما۔ اس کی تبحری سے قاصر ہیں۔ زمانے اور سابق تجربوں نے یہ امر آپ پر اچھی طرح روشن کر دیا ہے۔ کہ یہ عمائد قوم ان نکات کو پوری طرح سمجھنے سے عاجز اور قوم کی بگڑی سنوارنے سے قاصر ہیں۔ پس اب پروفیسر ایسا ہونا چاہیئے۔ جو خدا سے علم یافتہ ہو۔ سوا ان خوبیوں کا مالک اور ان اوصاف سے متصف سوائے حضرت امام کے نی زمانہ دنیا کے پردے پر آپکو کوئی نہ ملے گا۔ یہ تلخ کامیاں اگر سوچو تو آپکی بیداری کے لئے تھیں۔ پس بیدار ہو۔ اور اس ہاتھ کی طرف آؤ۔ جو خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ دین سیکھو۔ اور جان و مال و املاک سے خدمت دین میں لگ جاؤ۔ سستی اور کاہلی چھوڑ کر محنت و جفاکشی اختیار کرو۔ جہالت سے کنارہ کرو۔ علم سے سیراب ہو۔ نفس پرستی نہ کرو۔ دین اور قوم پرستی اپنا شعار بناؤ۔ اپنے ہی آرام کے لئے جد و جہد نہ کرو۔ اور نہ انفرادی فائدے پر مٹو۔ بلکہ قوم کے فائدہ کو مقدم رکھو۔ اسی میں تمہاری فلاحت و کامرانی کا راز ہے۔ کوئی بھی اچھا علم ہو اسکو پانے میں تامل نہ کرو۔ کسی سختی و مصیبت کو دشوار جان کر ہمت نہ ہار دو۔ دنیا کشمکش اور گوئے سبقت لیجانے کا میدان ہے۔ ہر مشکل کو آسان اور ہر مہم کو سر ہی کر لینے کا تہیہ کر لو۔ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ مسلمانو بیدار ہو مگر حراساں نہ ہو۔ وسان خطا نہ کر لو۔ ہوش و حواس کو سنبھالو تدبیر سے کام لو۔ ہر طرف سے چوکنے رہو۔ اگر حواس کھوئے گئے تو بیداری بھی کسی کام نہ آئیگی۔ خدا پر نظر رکھو۔ کمر ہمت باندھو جوش ایمانی کو حرکت دو۔ غیرت دینی کو کام میں لاؤ۔ اپنے شیرازے کو بکھرنے نہ دو۔ کسی قسم کی کمزوری پاس نہ پھٹکنے۔ مضبوط چٹان کی طرح ہو جاؤ۔ اپنی حالت کو سنوارو۔ اخلاق کو سدھارو۔ حب دین میں مخمور رہو جاؤ۔ پھر شیطان کی ساری ذریت کو کچل ڈالو۔ آپس کی چپقلشیں اور اندرونی اختلافات کو طے کرنے کے لئے بہتیرا زمانہ پڑا ہے۔ پہلے باہر کے قضیئے چکا لو۔ بعد میں یہ فیصلے کر لینا۔ اب جیسا کہ حضرت امام ایدہ اللہ بنصرہٖ فرما چکے ہیں۔ اقتصادی حالت درست کرو۔ تجارت ہاتھ میں لو۔ علم سیکھو۔ دین سے واقفیت حاصل کرو۔ آپس کی ہمدردی پیدا کرو۔ تفرقہ اور بغض دور کرو۔ اشیائے خوردنی اپنے ہم مذہب دکانداروں سے خریدو! تاکہ تمہارا پیسہ تمہارے گھر میں رہے۔ اور یہ مفلسی جو بُری طرح گلے کا ہار ہو رہی ہے۔ کہیں دور ہو۔ اپنے بھائی سے اگر چیز چند پیسے گراں بھی ملے تو اسے گراں نہ جانو۔ کیوں؟ اپنے بھائی کے پاس رقم گئی ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک جیب سے نکالکر دوسری میں ڈال لی۔ سوچو کہ وہ پیسہ آخر کہاں جائیگا ہمارے نبیؐ کی عزت و صداقت بڑھانے کے کام آئیگا۔ یا بھائی عزت و شہرت اور ناموری پیدا کریگا۔ تو وہ بھی قومی وقار۔ اگر اولاد کی تعلیم و تربیت پر خرچ کریگا تو وہ بھی قوم کے قوت بازو پھر بڑھتی ہوئی دولت کی زکوٰۃ واجب آئیگی اسمیں بھی قومی منافع کہ غربا جو قوم کے عضو معطل ہونگے۔ طاقت پا کر سنبھلینگے غرض کوئی پہلو اور کوئی جہت بھی لو۔ آخر بھائی کے پاس مال گیا۔ اگر سوچیں تو اس میں نفع در نفع نظر آتا ہے۔ برعکس اس کے غیروں کی اشیا اگر ہمیں تھوڑی سی وقتی گرانی سے بغرضِ محال بچا بھی لیں۔ تو قوم کی قوم کو اس پہاڑ گرانی سے بچانے کی کیا تدبیر ہوگی۔ جو آپ کے تھوڑے تھوڑے مال نے اغیار کو مضبوط بنا کر آپکی ساری قوم پر کھڑا کر دیا۔

پھر غیرت کا بھی مقام ہے کہ باطل ہر طرح ترقی کرتا جائے لیکن فرزندان توحید کا ہر قدم پیچھے ہی رہے۔ آپکو معلوم ہی ہے کہ کسی بزرگ کے سامنے بیان کیا گیا تھا۔ کہ فلاں مخالف اسلام ایسا تیراک ہے کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ کی غیرت یہ سنتے ہی جوش میں آگئی۔ کہ کیوں اسلام کے فرزندوں کے ہوتے ہوئے ان سے کوئی سبقت لیجائے۔ آپنے اسی وقت تیرنے کی مشق شروع کی۔ اور بالآخر اس سے سبقت لے گئے۔ بھلا کیوں وہ ہستیاں دین و دنیا کی بادشاہتوں سے آراستہ نہ ہوتیں۔ جن کے دل ایسے غیور رکھے جو میدان عمل میں کسی سے پیچھے رہنے کی تاب نہ رکھ سکتی تھیں۔ سبحان اللہ کیا ایمان اور کیا غیرت تھی۔ کہ اب آپ دیکھیں کہ آپنے اپنے آباء کی اس غیرت و حمیت میں سے

مرثیہ

حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ قادیان)

غمِ فرقت نے کس کے کر دیا دل کو مرے پانی ؎ ہوئیں سیلِ سرشکِ غم سے آنکھیں میری طوفانی
مرے سینہ میں سوزِ غم سے ہے تخمیر کا عالم ؎ گھٹائیں درد و غم کی چھائی ہیں بالائے پیشانی
جب آہِ سرد کے جھونکوں سے ہو جاتی ہیں بوجھل ؎ تو بن جاتی ہیں آنکھوں میں مرے اشکوں کی طغیانی
گریباں تر ہے میرا آنسوؤں سے آستیں نم ہے ؎ بنی ہے شیروانی شدتِ گریہ سے بارانی

ہوئی جانسوزِ عالم مرگ عبداللہ سنوری ؎ صفِ ماتم بچھائے رو رہا ہے عالمِ فانی
رفیق و غمگسار و ہمدم و ہمرازِ احمدؑ تھا ؎ زمانہ میں نہیں اس رنگ میں اس کا کوئی ثانی
نمایاں اُس کا رتبہ اوّلین و سابقیں میں ہے ؎ ملی تھی ابتدا ہی سے اُسے احمدؑ کی دربانی

نشاں بردارِ خلاقِ زمین و آسماں تو تھا ؎ تیری فرقت نے پیدا کر دیئے آلامِ پنہانی
ہوئی تھی منزلِ صد نور تیرے دم سے یہ بستی ؎ کہاں سنّور ورنہ اور کہاں یہ بزمِ ایمانی
ترا گھر منزلِ احمدؑ بنا یہ فخر کیا کم ہے ؎ کریں گے رشک اس پہ سینکڑوں ایوانِ سلطانی
بنا پھر منزلِ فضلِ عمر محمود احمد بھی ؎ زہے قسمت کہ میں بھی تھا شریکِ بزمِ نورانی
کفن تجھ کو ملا ہے حضرتِ احمدؑ کے کرتہ کا ؎ وہ کرتہ تھا جو دنیا میں نشانِ خلقِ ربّانی
پڑا تھا اُس پہ ایک سُرخی کا قطرہ قدرتِ حق سے ؎ تحرّک کشف میں تھا جس کا کلکِ دستِ یزدانی
نشانِ خالقِ قادر کا شاہد اے اخی! تو تھا ؎ نہ ملتا کیوں تجھے وہ جامۂ محبوبِ سبحانی
تری خدماتِ دینی نے خصوصیت تجھے بخشی ؎ کہ تھا انعام کے قابل ترا اخلاص و قربانی
وصیت بھی ترے آقا کی تیرے ساتھ مدفوں ہو ؎ نہ ہوتا جامۂ اطہر کفن تا شرک کا بانی
ہزاروں نے تجھے دیکھا ہزاروں نے اُسے دیکھا ؎ ہوئی اس دید سے لاکھوں کے ایماں میں فراوانی

تیری وہ راستی تیری دیانت تیری سچائی ؎ تیری شفقت ترے اخلاق تیری پاک دامانی
ان اوصافِ حمیدہ نے مسخر کر لیا آخر ؎ انہیں جو رات دن رہتے تھے محوِ شغلِ شیطانی
جماعت خوش گڑھ کی تیرے انفاسِ مقدس نے ؎ بنائی اور دی تعلیمِ اخلاقی و روحانی
رہا تو جس جگہ آنکھوں میں اور دل میں جگہ پائی ؎ دلوں پہ حکمرانی کی دلوں کی کی نگہبانی

تیری فرقت کا دل پر داغ ہے۔ لیکن تسلی ہے ؎ چھٹا جسم سے ہُوا مہمان بزمِ عیسٰیِ ثانی
ترا مدفن معطّر ہو ترا مسکن منوّر ہو ؎ تیری اولاد پہ ہر دم رہیں افضالِ ربّانی
خدا کی رحمتوں اور نصرتوں کی اُن پہ بارش ہو ؎ وہ ہوں اسلام کے حامی کریں زندہ مسلمانی
ہو اُن کے دم سے دنیا میں اشاعت دینِ برحق کی ؎ ہدایت اُن سے سب پائیں یہودی ہوں کہ نصرانی
بنیں نقشِ قدم تیرا یہ ہشیاری و چستی میں ؎ امورِ دین میں پیدا نہ ہو ان میں تن آسانی

کوئی عبد القدیر و ذرّہ سے یہ جا کے کہہ آئے
کہ گوہر بھی شریکِ غم ہے ہمدردِ پریشانی

کتنا حصہ پایا ہے؟

پھر اے قوم! ذرا رگِ حمیت کو بیدار کر کے سوچ کہ تجھ جیسی سطہر و پاکیزہ قوم جس کا ثانی طہارت میں دنیا ڈھونڈے سے نہ پائے۔ تیرے ہاتھ کی چیز تو اغیار نا پسند کریں۔ مگر تو باوجود اس پاکیزگی اور صفائی کے جو تیرے دین نے تجھے سکھائی۔ ان کے ہاتھوں سے بلا پس و پیش اور بغیر تامل لینے کے لئے ہاتھ و دامن پھیلا دے۔ یہ دن اسی بے حمیتی نے دکھلائے۔ اور اسی نے ان آفات و مشکلات کا سامنا کرایا۔ اب سنبھلو اور عبرت پکڑو۔ ایک ہاتھ پر متحد ہو جس کا زمانہ اس وقت تقاضا کر رہا ہے۔ اگر ان جھٹکوں اور بڑھتی ہوئی مصیبتوں سے آپ اس طرح بیدار نہ ہوئے جیسا کہ ہونا چاہیئے۔ تو پھر قوم کی بدقسمتی میں کیا شبہ! یقیناً ایسی صورت میں اس قوم کو اپنی ہستی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ آہ خدا وہ دن نہ لائے اور قوم کی آنکھیں کھول دے۔ تاکہ وہ زمانہ کی رو سے خبردار ہو۔

میرے ہم مذہبو! اسے اسلام کے نام لیواؤ! اور اے اپنے ہادیٔ برحق کی الفت کا دم بھرنے والو۔ میری اس درخواست کو اس لئے نہ ٹھکراؤ کہ یہ ایک ناقص اور کمزور فرقے سے تعلق رکھنے والی کی زبان قلم سے نکلی ہے۔ للّٰہ میری کمزوری کو نہ دیکھو۔ خود غور اور تدبر کرو۔ کہ کیا واقعی اس وقت تم کو ایک سرپرست ایک والی۔ ایک رہبر کی ضرورت ہے یا نہیں؟ آپ زمانہ سے اور دل سے حالات سے اگر پوچھیں گے تو وہ پکار پکار کر آپ کو بتلائیں گے کہ اس وقت ایک سچے سرپرست ایک غیور حامی اور دردمند غمخوار رہبر کی سخت ضرورت ہے۔ جو اس ڈوبتی کشتی کو بچائے۔ اور جب یہ ضرورت آپ پر واضح ہو گئی اور آپ ایسے ناخدا کو تلاش کریں گے۔ تو ایسی خوبیوں کا مالک سوائے حضرت امام جماعت احمدیہ کے کسی کو نہ پائیں گے۔ پس لیت و لعل میں نہ پڑو۔ لپکو اور حضرت فضلِ عمر کے دامن سے لپٹ جاؤ۔ کہ ان ہموم و غموم سے رہا ہو۔

اسی سلسلہ میں مجھے اپنی بہنوں سے بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ یہ کہ اپنے بچوں کی ننھی کشتِ دل میں ایسا بیج بوؤ۔ کہ وہ شیریں ثمر پیدا کرے۔ وہ احساس خصوصاً پیدا کرو۔ کہ وہ قوم کے ہونہار فرزند بنیں۔ انہیں وہ درد وہ جذبہ پیدا کرو۔ کہ اسلام کیلئے سینہ سپر ہوں اور اسکو بادِ مخالف سے بچائیں۔ وہ تربیت کرو کہ اسلام کے ہیرو تمہاری گود و دامن سے نکل کر دنیا کی کایا پلٹ دیں۔ وہ روح پیدا کرو کہ دنیا کے عقلمند تمہاری پرورش پر انگشت بدنداں رہ جائیں۔ حبِّ نبی اور حبِّ قومی ان کے رگ و ریشہ میں بھر دو۔ ماسوا اللہ کے خوف ان کے دلوں سے دور کر دو۔ ہمت جرأت و دلیری پیدا کرو۔ ان کے ننھے سینوں میں اسلام اور قوم کیلئے بیقرار رکھنے والی تڑپ پیدا کرو۔ اسلام کے فرزندوں کی سب سے بڑی معلم آپ ہی ہیں۔ پس اتالیقی کے فرض کو اس حسن و خوبی سے بجا لاؤ کہ آپکا نام روشن اور قوم کا بیڑا پار ہو جائے۔ اور قوم کی سوکھی کھیتی ہری ہو جائے۔ دنیا کو خالدؓ و طارقؒ کے زندہ نمونے دکھا دو

کیا وید مقدس الہامی کتب ہیں؟

(خاص الفضل قادیان کیلئے)

(از پنڈت آتمانند صاحب شاستر واچسپتی بانئے ست دھرم آگرہ)

کیا اگنی - وایو - وغیرہ رشی تھے؟

اس وقت میں اپنے معزز ناظرین کے سامنے ایک بنیادی اور اہم ترین غلطی جو مہرشی دیانند نے اگنی - وایو آدیتہ وغیرہ کو ویدوں کے ملہم رشی ماننے میں کھائی ہے۔ رکھنا چاہتا ہوں۔ سانکھیہ درشن ۵-۴۶ میں جو ویدوں کو ان کے مصنفین کے نام نہ معلوم ہونے سے ازلی کہا گیا ہے۔ اس لئے غلط ہے۔ کہ دنیا میں برہمن گرنتھ سینکڑوں اپنشدیں سبھی کے مصنفوں کا نام مفقود ہونے سے جس طرح یہ کتابیں بعقیدہ آریہ سماج ازلی نہیں۔ اسی طرح وید بھی نہ معلوم اسمائے مصنفین سے ازلی و ابدی نہیں ہو سکتے۔ مہرشی شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے ستیارتھ پرکاش میں بحوالہ شت پتھ براہمن ۱۱-۴-۲-۳ لکھا ہے

"अग्नेः ऋग्वेदो वायो यजुर्वेदः सूर्य्यात् सामवेदः"

"پہلے پہل یعنی پیدائش کے شروع میں پرماتما نے اگنی - وایو آدیتہ اور انگرا رشیوں کے آتماؤں میں ایک ایک وید کو ظاہر کیا"

میں یہ تو کہنا صحیح نہیں سمجھتا کہ مہرشی موصوف نے دھوکہ دیا ہے مگر اتنا کہنے میں میں اپنے تئیں حق بجانب سمجھتا ہوں کہ مہرشی شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے اگر غلط فہمی نہیں پھیلائی تو کم از کم خود سخت غلطی کھائی ہے۔ اور میں اپنے تمام آریہ بھائیوں کو نہایت عاجزی کے ساتھ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ کسی بھی کتاب سے مہرشی دیانند جی مہاراج کی اس غلطی کی تصحیح یا تائید کر کے دکھلا دیں۔ میرا زبردست دعوے ہے کہ تینوں زمانوں میں کبھی بھی کوئی آریہ ہند و عالم مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج کی اس غلط فہمی کو درست ثابت نہیں کر سکتا۔ لیجئے میں اپنے معزز ناظرین کی واقفیت کے لئے اصل حوالہ شت پتھ برہمن اور دوسرے برہمنوں کا دیتا ہوں جہاں سے مہرشی دیانند نے مذکورہ بالا ٹکڑا لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ شت پتھ برہمن ۱۱-۲-۳-۱-۱-۸ و ۱۷-۵-۸ منتر ۱ و ۲ و ۳ وغیرہ

प्रजापति र्वा इदमग्र आसीत्। एक एवम सोऽकामयत बहुस्यां प्रजायेयेति। सो ऽश्राम्यत्। स तपो ऽतप्यत्। तस्मा च्छ्रान्ता त्तपनात् त्रयो लोका असृज्यन्त पृथिव्य- न्तरिक्षं द्यौः स इमां ल्लोकानभितताप। तेभ्यस्त प्ते- भ्यस्त्रीणि ज्योतींष्य जायन्ता ग्निर्यो ऽय पवते वायुः सूर्य्यः सइमानि त्रीणि ज्योतींष्यभितताप। तेभ्य स्त प्ते भ्यस्त्रयो वेदा अजायन्त - अग्नेर्ऋग्वेदः वायोर्यजुर्वेदः सूर्य्यात्सामवेदः"

معزز ناظرین یہ ہے شت پتھ برہمن کی اصل عبارت جس کا آخری ٹکڑا نیچے میں نے خط کھینچ دیا ہے۔ مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے نقل کیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اس سرشٹی کے ماقبل صرف ایک پرجاپتی (برہما) ہی تھا۔ اس نے خواہش کی کہ میں گوناگوں خلقت کو پیدا کروں۔ چنانچہ اس نے ریاضت کی اور تپ تپا۔ اس ریاضت اور تپ سے تینوں لوگوں (طبقات) کو پیدا کیا۔ یعنی پرتھوی (زمین) انترکش (طبقہ وسطی) اور دیو (طبقات بالا) کو اس نے ان طبقات کو بھی تپایا۔ ان کے تپنے سے تین جیوتیاں پیدا ہوئیں۔ اگنی (آگ) جو پاک کرتا ہے۔ وایو (ہوا) اور سورج۔ پھر اس نے ان تینوں جیوتیوں کو بھی تپایا۔ ان کے تپنے سے تینوں وید پیدا ہوئے۔ آگ سے رگوید۔ ہوا سے یجروید۔ سورج سے سام وید۔

(۲) ایترے براہمن گرنتھ ۲۵-۷ میں بھی لکھا ہوا ہے۔

"प्रजापतिरकामयत प्रजायेय भूयान् स्यामिति। स तपो ऽतप्यत्। स तपस्तप्त्वा इमांल्लोकान सृजत। पृथिवीमन्तरिक्षं दिवम्। तांल्लोकान भ्यतपत्। तेभ्यो ऽभितप्तेभ्यस्त्रीणि ज्योतीं ष्यजायन्त। अग्निरेव पृथिव्या अजायत वायुर न्तरिक्षात् आदित्यो दिवः। तानी ज्योतीं ष्यभ्यतपयत् तेभ्यो ऽभितप्ते भ्य स्त्रयो वेदा अजायन्त ऋग्वेद एवाग्ने रजायत् यजुर्वेदो वायोः साम वेद आदित्या

ترجمہ:- پرجاپتی (برہما) نے خواہش کی کہ میں پرجا والا بنوں چنانچہ اس نے تپ تپا۔ اس نے تپ کو تپ کر ان لوکوں (طبقوں) کو پیدا کیا۔ یعنی زمین - انترکش - (طبقہ وسطی) اور دیو (طبقہ علوی بالا) کو ان طبقوں کو بھی تپایا۔ پھر ان خوب تپے ہوؤں (طبقوں) سے تین جیوتیاں (انوار) پیدا کیں۔ اگنی (آگ) زمین سے پیدا ہوئی۔ وایو (ہوا) انترکش (طبقہ وسطی) سے اور آدیتہ (سورج) دیو (طبقہ علوی) سے پھر اس نے ان جیوتیوں کو بھی تپایا۔ اور ان خوب تپی ہوئی (جیوتیوں) سے تینوں وید پیدا ہوئے۔ رگوید اگنی (آگ) سے پیدا ہوا۔ یجروید وایو (ہوا) سے اور سام وید آدیتہ (سورج) سے"

معزز ناظرین غور فرمائیں۔ اس میں اگنی کو زمین سے وایو کو انترکش (طبقہ وسطی) سے اور آدیتہ کو دیو (طبقہ علوی) سے پیدا شدہ مانا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ گویا کہ آگ زمین پر۔ ہوا۔ طبقہ وسطی میں اور آدیتہ یعنی سورج طبقہ علوی میں رہنے والے ہیں۔ ورنہ کیا بقول آریہ سماج و مہرشی دیانند سرسوتی وہ اگنی - وایو - آدیتہ نامی تینوں رشی علی الترتیب زمین - انترکش (طبقہ وسطی) و دیو (طبقہ علوی) سے پیدا کئے گئے تھے؟

(۳) گوپتھ براہمن پورواردھ - پرپاٹھک اکنڈکا ۶ میں بھی لکھا ہے -

"स भूयो ऽश्राम्यद् भूयो ऽतप्यद् भूय आत्मानं समतपत् स आत्मन एव त्रीं ल्लोकान्नि रमिमते पृथिवीमन्तरिक्ष- न्दिवमिति। स खलु पादाभ्यामेव पृथिवीं निरमिमत ओदराद न्तरिक्षम् मूर्ध्नो दिवम। सतांस्त्रीं ल्लोकान भ्यश्राम्यद भ्यतपत्समतपत्ते भ्यः श्रान्ते-भ्यस्त प्ते भ्यः सन्त प्ते भ्यस्त्रीन दे वान निरमिमता- ग्निं वायुमादि त्यमिति। स खलु पृथिव्या एवाग्निं निरमि मतान्तरि क्षाद्वायुन्दिव आदि त्यम्। सतां- स्त्रीन् दे वान भ्यश्राम्यद भ्यतपत् समतपत्ते भ्यः श्रान्ते भ्यस्तप्ते भ्यः सन्तप्ते भ्यस्त्रीन् वेदान्नि रमिमत ऋग्वेदं यजुर्वेदं समवेदमिति अग्ने ऋग्वेदं वायोर्य जुर्वेद मादित्यात्सा मवेदम्"

ترجمہ:- اس (پرجاپتی برہما) نے بار بار ریاضت اور تپ کیا اور اپنے آپ سے تین طبقوں کو بنایا۔ پرتھوی (زمین) انترکش (طبقہ وسطی) اور دیو (طبقہ علوی) کو بالیقین اُس نے اپنے دونوں پاؤں سے ہی زمین کو بنایا۔ پیٹ سے انترکش (طبقہ وسطی) کو اور اپنے سر سے دیو کو۔ اس نے ان تینوں طبقوں کو بھی خوب تپایا۔ اور ریاضت کروائی۔ پھر ان ریاضت نودہ تپے ہوؤں طبقوں سے تین دیوتاؤں کو بنایا یعنی اگنی (آگ) وایو (ہوا) اور آدیتہ (سورج) کو اس نے بالیقین زمین سے ہی اگنی (آگ) کو بنایا۔ انترکش (طبقہ وسطی) سے وایو (ہوا) کو اور دیو (طبقہ علوی) سے آدیتہ (سورج) کو پھر اس نے ان تینوں دیوتاؤں کو بھی خوب زور سے تپایا اور ریاضت کروائی۔ اور ان بار بار تپے ہوؤں دیوتاؤں سے تینوں ویدوں کو بنایا۔ یعنی رگوید - یجروید اور سام وید کو۔ آگ سے رگوید کو۔ ہوا سے یجروید کو اور آدیتہ (سورج) سے سام وید کو"

(۴) چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۴ - کھنڈ ۱۷ انوواک ۱ میں بھی لکھا ہے۔ کہ

प्रजापतिर्लोकान भ्यतपत्। तेषां तप्यमाना- ना रसान् प्रावृहत। अग्निं

पृथिव्या : वायुम - न्तरिक्षात् आदित्यं दिव: स एतास्ति स्रो देवता अभ्यतपत् तासां तप्यमानानां रसान् आवृहदग्ने ऋच: वायो यजूंषि सामान्यादित्यात्"

ترجمہ:- پرجاپتی (برہما) نے طبقوں کو خوب ہی تپایا - اُن خوب ہی تپے ہوؤں (طبقوں) سے اُن کا رس (عرق) نچوڑ نکالا - اگنی (آگ) کو زمین سے وایو (ہوا) کو انترکش (طبقہ وسطی) سے اور آدیتہ (سورج) کو دیُو (طبقہ علوی) سے پھر اُس نے ان تینوں دیوتاؤں کو بھی خوب ہی تپایا - اور ان خوب تپے ہوؤں (دیوتاؤں) سے ان کا رس (عرق) نچوڑا یعنی اگنی (آگ) سے رگوید - وایو (ہوا) سے یجُروید اور آدیتہ (سورج) سے سام وید کو بنایا"۔

منوسمرتی ۱-۲۳

अग्नि वाय रति भ्य सत
अयं ब्रह्म सनातनं दुदोह यज्ञ सिद्ध
यर्थ मृग्यजु: साम लक्षणम् ॥

ترجمہ:- تکمیل یگیہ کے لئے اُس قدیم برہما نے اگنی (آگ) وایو (ہوا) اور روی (سورج) ان تینوں سے رگ یجو اور سام وید کو نکالا - ان سب براہمن گرنتھوں چھاندوگیہ اپنشد اور منوسمرتی کے سیاق وسباق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگنی - وایو - آدیتہ - سوریہ - روی سے مراد آگ - ہوا اور سورج ہیں - نہ کہ کوئی تپتی رشی - کیونکہ اگنی (آگ) کو زمین سے اور وایو (ہوا) کو انترکش (طبقہ وسطی) سے اور آدیتہ (سورج) کو دیُو (طبقہ علوی) سے پیدا شدہ مانا ہے - حالانکہ اگنی - وایو آدیتہ نامی رشیوں کو آریہ سماجی اصحاب علی الترتیب زمین انترکش اور دیُولوک میں سے پیدا شدہ نہیں مانتے -

دوم یہ بات خاص طور پر قابل نوٹ ہے - کہ سام وید کی پیدائش شت پتھ براہمن میں "سورج" سے اور اپنے براہمن گوپتھ براہمن اور چھاندوگیہ اُپنشد میں "آدیتہ" سے اور منوسمرتی میں روی سے بتلائی گئی ہے - اور سورج آدیتہ روی یہ تینوں اسمائے نکرہ سورج کے نام ہیں - اگر آدیتہ کسی خاص رشی کا اسم معرفہ ہوتا تو اس کا ترجمہ سورج اور روی نہ کیا جا سکتا - اس سے صاف ثابت ہے کہ ویدوں اور برہمنوں میں آئے ہوئے نام اگنی - وایو - آدیتہ سورج وغیرہ سے کوئی انسان یا رشی مُراد نہیں ہیں - بلکہ مادی دیوتا آگ ہوا اور سورج مراد ہیں جنکی پوجا و پرستش ویدوں میں پائی جاتی ہے - جیسا کہ رگوید منڈل سوکت ۱۵۹ میں لکھا ہے -

"सो नो दिव स्तु
वातो अन्तरि क्षात् । अग्निर्न: पार्थिव स्य:"

یعنی سورج دیُو لوک سے ہماری رکشا کرے - وایو (ہوا) انترکش (طبقہ وسطی) سے اور آگ زمین سے ہماری حفاظت کرے -

نیز نرکت ادھیائے ۷ - کھنڈ ۸ میں بھی اگنی (آگ) وایو (ہوا) اور سورج کو تین دیوتا مانکر اُن کا جائے قیام علی الترتیب زمین - انترکش اور دیُولوک بتلایا ہے - اصل نرکت یوں ہے -

" तिस्र एव देवता इत्युक्तं पुरस्तात्तासां भक्ति साहचर्यं व्याख्यास्याम: अग्नि पृथिवी स्थानस्तं प्रथमं व्याख्यास्याम:" इत्यादि

ترجمہ:- "آگ - ہوا اور سورج یہ تین ہی دیوتا ہیں جن کی پرستش کا حال آگے لکھینگے - آگ جس کی جائے قیام زمین ہے - پہلے ہم اسی کا بیان کرتے ہیں - اِس کا نام آگ کیوں ہوا؟ کیونکہ وہ شروع ہی میں آتا ہے - دیکھو رگوید کا پہلا منتر अग्निमीले पुरोहितं وغیرہ" - اسی طرح شروت سوتروں میں جو ویدوں کی نہایت قدیم شرح ہیں - سوتر ۲۶ کنڈ کا ۱ ادھیائے اور سوتر ۷ کنڈ کا ۱۳ ادھیائے ۴ میں بھی صاف صاف لکھا ہے - کہ अग्निमीडे یہ رگوید کا پہلا منتر مادی آگ کی پرستش بیان کرتا ہے - ایسا ہی سائیں اچاریہ جی نے بھی اپنے رگوید بھاش میں مانا ہے -

نیز گوپتھ براہمن ۱-۲۹ میں بھی لکھا ہوا ہے - کہ

किं देवतमित्यृचामग्निर्देवतन्तदेव ज्योतिर्गायत्रं छन्द : पृथिवी स्थानम् । अग्निमीले पुरोहितम् यज्ञस्य देव मृत्विजम् । होतारं रत्न धातममित्येव मादिं कृत्वा ऋग्वेद मधीयते । यजुषां वायुर्देवतं तदेव ज्योति: त्रैष्टुभं छन्दो ऽ न्तरिक्षं स्थानम । इषे त्वोर्जेत्वा वायवस्थ देवो व: सविता प्रार्पयतु श्रेष्ठ तमाय कर्मण इत्ये वमादिं कृत्वा यजुर्वेद म - धीयते । सा म्नामादित्यो देवतं तदेव ज्यो तिर्जागतं छन्दो द्यौ स्थानम् । अग्न आया हि वीतये गृणानो हव्य दातये । निहोता सत्सि बर्हिषी त्येवमादिं कृत्वा साम वेदम धीयते । इत्यादि

ترجمہ:- کیا دیوتا ہے؟ رگوید کے منتروں کا اگنی - (آگ) دیوتا - وہی جیوتی - گایتری چھند - زمین جائے قیام ہے - "اگنی میلے" وغیرہ رگوید کے پہلے منتر کو اس طرح شروع کرکے رگوید پڑھا جاتا" یجروید کے منتروں کا وایو (ہوا) دیوتا - وہی جیوتی - ترشٹپ چھند اور انترکش (طبقہ وسطی) اُس کا جائے قیام ہے - "ایشے توا" وغیرہ یجروید کے پہلے منتر کو اس طرح شروع کرکے یجروید پڑھا جاتا ہے - سام وید کے منتروں کا آدیتہ (سورج) دیوتا - وہی جیوتی جگتی چھند اور دیُو (طبقہ علوی) جائے قیام ہے - "اگن آیاہی" وغیرہ سے شروع کرکے سام وید پڑھا جاتا ہے"۔

اگرچہ ناظرین! اس ویدک تاریخ کو پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہونگے - لیکن ویدوں کے غیرالہامی ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تہ تک پہنچا جائے - ورنہ شک رہجانے کی گنجائش ہوسکتی ہے - شت پتھ براہمن ۱۱-۲-۳-۱ کو پڑھ لینے سے معزز ناظرین کا رہا سہا شک بھی دور ہو جائیگا - کہ اگنی وایو - آدیتہ سے مراد آگ - ہوا اور سورج ہے - نہ کہ کوئی انسان چنانچہ لکھا ہے کہ:-

ब्रह्म वा इदमग्र आसीत् । तद्देवा नसृजत । तद्देवान् सृष्ट्वा एषु लोकेषु व्यारोहयद् अस्मिन्नेव लोके ऽग्निं वायुम - न्तरिक्षे दिव्येव सूर्यम्" शतपथ

ترجمہ:- حق الیقین اسی کائنات سے پیشتر برہما ہوا - اُس نے دیوتاؤں کو پیدا کیا - پھر دیوتاؤں کو پیدا کرکے ان لوکوں (طبقوں) میں قائم کر دیا - یعنی اس (زمین) لوک میں اگنی (آگ) کو - وایو (ہوا) کو انترکش (طبقہ وسطی) میں اور دیُو (طبقہ بالا) میں سورج کو -

نیز یجروید ادھیائے ۸ منتر ۳۶ میں بھی انہی تین جیوتیوں (انوار) کا ذکر آتا ہے - جس کا ترجمہ مہرشی شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے بھی "آریہ ابھی ونے" نامی کتاب میں - آگ - ہوا - اور سورج ہی کیا ہے نہ کہ تپتی رشی یا انسان -

ویدوں میں تحریف

آریہ سماجی خصوصًا اور ہندو اصحاب عمومًا کہا کرتے ہیں - کہ ویدوں میں تحریف نہیں کی گئی - میں ناظرین کی دلچسپی کیلئے ویدوں کی تحریف کا زبردست ثبوت نذرِ ناظرین کرتا ہوں - اور آریہ بھائیوں سے ملتمس ہوں کہ وہ بغور اسے ملاحظہ فرمائیں -

رگوید کے سارے دس منڈلوں میں اس وقت ۲۷۰ دیوتا پائے جاتے ہیں - اور اس کے منتر درشٹا رشیوں کی گنتی ۳۹۹ ہے - مگر یاسک اچاریہ نے اپنے نرکت کے اشٹرانگک - دیوت کانڈ میں صرف ۱۵۱ دیوتا گنائے ہیں - ان ۱۱۹ زائد دیوتاؤں کو لوگوں کے پیچھے من مانے دیوتا ، نکرا در من مانے منتر بناکر سنگھتا بھاگ میں گھسیڑ دیا ہے - یہی باعث ہے کہ رگوید منتر سنگھتا کی ہر ایک ایڈیشن میں منتروں کی گنتی میں خوفناک مگر دلچسپ اختلافات دیکھنے میں آتا ہے - مثلاً سائیں آچاریہ کے زمانہ میں رگوید کے کل منتروں کی گنتی ۱۰۴۸۹ (دس ہزار چار سو نواسی) تھی - اور سائیں آچاریہ نے صرف ۱۰۴۸۹ منتر ہی مانکر رگوید پر بھاش کیا ہے - مگر مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے رگوید کے منتروں کی گنتی اپنے رگوید بھاش میں ۱۰۵۸۹ دس ہزار پانچ سو نواسی مانی ہے - اور ان کے شاگرد رشید سشری پنڈت تیم آریہ ...

تبلیغ اسلام کی ضرورت

(از جناب سید وزارت حسین صاحب مونگھیر)

برادران اسلام! خدا کے فضل سے آپ اُس دین کے ماننے والے ہیں۔ جسکو اللہ تعالےٰ نے کمال بخشا ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے اُس کی نعمتیں آپ پر تمام ہوئی ہیں۔ اور اُس دین اور مذہب کا نام خود اللہ تعالےٰ نے اسلام رکھا ہے جس کے معنے امن۔ سلامتی اور کامل اطاعت کے ہیں۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً اس پر شاہد ناطق ہے۔ پس کامل دین کے ماننے والے ہو کر خدا کی نعمتوں سے وافر حصہ پاکر اور اپنا نام مومن اور مسلم رکھکر یہ کب زیبا ہے۔ کہ آپ اس کامل دین کو دوسروں تک نہ پہونچائیں۔ اور ان نعمتوں سے انہیں متمتع نہ کریں۔ جن نعمتوں کو اللہ تعالےٰ نے اسلام کے ذریعہ دنیا پر نازل فرمایا ہے۔ وہ دین تو کافۃ للناس ہو سارے انسانوں کے لئے نازل کیا گیا ہو۔ مگر آپ اُسے اپنے ہی تک محدود رکھیں۔ یہ ایک مسلم کی شان سے بعید ہے۔ جس کو کامل اطاعت کا پورا مجسمہ ہونا چاہیئے۔ اور حق کی تبلیغ میں ہر طرح کی قربانی کے لئے ہر وقت آمادہ و تیار رہنا چاہیئے۔

امت بھی آپ اس جاہ و جلال والے نبی کی ہیں۔ جس کو خدائے رحمٰن و رحیم نے رحمۃ للعالمین قرار دیا ہے پس رحمٰن و رحیم کے بندے ہو کر رحمۃ للعلمین کی امت کہلا کر آپ کو کب مناسب ہے کہ اس کی رحمت سے عالم کو محروم رکھیں اور ساقی کوثر کے زندگی بخش چشمہ سے پیاسی دنیا کو سیراب نہ کریں۔ رحمۃ للعالمین کو تو خدا کے فضل سے باغ فردوس کے کوثر کے علاوہ اس دنیا میں بھی ہر طرح کا کوثر۔ ہر نوع کی کثرت ہر صنعت کی برکت عطا ہوئی۔ جس سے صحابہ کرام کی پاک جماعت نے کثیر حصہ پایا۔ اور صدی کے اندر اندر معلومہ دنیا کے بڑے حصہ کو اس کثرت و برکت میں شامل کر لیا۔ خدا کی رحمت اور برکت کے چشمے رحمۃ للعالمین کے ذریعہ اطراف و جوانب میں پھوٹ نکلے۔ اور جن و انس۔ متمدن و غیر متمدن وحشی و شہری بڑے اور چھوٹے کو سیراب کرنے لگے۔ اب آپ اس رحمۃ للعلمین نبی کی امت حقیقی معنوں میں اس وقت ہو سکتے ہیں۔ جب آپ رحمت و برکت کے ان چشموں کو خشک نہ ہونے دیں۔ ان کو شاخ در شاخ پھیلاتے چلے جائیں۔ جب ہی آپ اس کوثر۔ ہاں اس کثرت و برکت سے خود بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ اور ساقی کوثر کے ہاتھ سے جام شیریں پی سکتے ہیں۔ جام کوثر کی تمنا رکھنے والو۔ صاحب کوثر کی امت میں کثرت پیدا کرو۔ اور برکت و رحمت کے جاذب بنو۔

آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے جہاں اللہ تعالےٰ نے ہمیں خیر امت قرار دیا ہے۔ وہاں سارے جہان میں حق کی تبلیغ کا فریضہ بھی ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ فرماتا ہے۔ کنتم خیر اُمت اُخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللّٰہ۔ پس خیر امت کا خطاب پانے والو۔ اٹھو اور کمر ہمت چُست باندھو۔ اسلام جو جملہ ادیان میں کامل دین ہے۔ اور اس وقت خدا کی خوشنودی کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کو سارے عالم میں پھیلا دو۔ جو روحیں بغیر اسلام کے ہلاک ہو رہی ہیں انہیں بچا لو۔ حق و راستی کا بول بالا کر دو۔ تاکہ باطل و ناراستی کا سر نیچا ہو۔ اور دنیا میں امن و چین کا راج ہو۔ اب تو ہماری ہستی کا قیام بھی اسی امر پر منحصر ہے۔ کہ ہم اسلام کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ صحابہ کرام اور ان کے پاک متبعین کے وقت میں کیا ہوا۔ اسلام ہی کی تبلیغ کے ذریعہ وہ جو دشمن تھے دوست بن گئے۔ جو خون کے پیاسے تھے وہ ایک دوسرے کیلئے خون گرانے لگے۔ اور آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ قوموں پر قومیں حلقہ بگوش اسلام ہوتی گئیں۔ اور دوستوں۔ رفیقوں ہمدردوں اور ہمنواؤں کی کثرت اور دشمنوں کی قلت ہوتی چلی گئی۔ مگر افسوس کہ پچھلے زمانہ میں اِس فرض سے غفلت برتی گئی۔ اور اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ہم اب بھی اگر بیدار نہ ہوئے۔ تو پانی سر سے گزر جائیگا۔ اور ہماری باقیماندہ ہستی کا پتہ بھی مشکل سے چلے گا۔

ظہر الفساد فی البر والبحر کا منظر دینی اور دنیاوی ہر رنگ میں ہر طرف نمایاں ہے۔ دہریت کا زور اور مادیت کا شور ہے۔ اور ساتھ ہی اسلام کو مٹانے کا تہیہ ہر باطل پرست نے کر لیا ہے۔ یورپ کے پادری ہیں تو اسی فکر میں ہیں کہ اسلام کو مٹا ڈالیں۔ یورپ کے اہل حکومت ہیں تو اسی تاک میں ہیں کہ رہی سہی اسلامی حکومتوں کو کھا جائیں ہند کے بُت پرستوں نے بھی یہ ٹھان لیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال باہر کریں۔ یا شودروں اور اچھوتوں کی طرح اپنا غلام بنالیں۔ اور ذلیل و خوار کر دیں۔

مسلمانو! جانتے ہو۔ کہ یہ شودر اور اچھوت قومیں کیا تھیں۔ اور کیا بن گئیں؟ یہ لوگ ہند کے اصلی باشندے اور بھارت ورش کے واحد مالک تھے۔ آریہ قوموں نے آکر انہیں مفتوح کیا۔ اور ایسے ایسے ظلم اور ظالمانہ قوانین ایجاد کئے کہ یہ آج ان کے غلام ہیں۔ اور ہر طرح کی ذلت و خواری گوارا کر رہے ہیں۔ یا جنگلوں اور بیابانوں میں سرگرداں اور پریشان پھرتے ہیں۔ یہ آریہ قوموں ہی کے ظلموں اور ظالمانہ قوانین کا نتیجہ ہے۔ کہ قوموں کی قومیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی اور ذلت و نکبت کی انتہا کو پہونچی ہوئی ہیں۔ اس سے بڑھ کر غضب کیا ہو سکتا ہے۔ کہ قوم کی قوم اس تکبر میں مبتلا ہو کہ وہ یہ سمجھے کہ ایک دوسری قوم جو اس کی ہم جنس ہے۔ اور اس جیسے ہی احساسات رکھتی ہے۔ اس قدر نجس اور پلید ہے کہ اس کا سایہ لگنے سے بھی پلیدی پیدا ہوتی ہے۔ وہ ان سڑکوں پر نہ چل سکے جہاں اس متکبر قوم کے افراد چلتے ہوں۔ وہ تعلیم سے محروم کر دی جائے۔ وہ اچھے کھانوں کی بجائے گندی چیزیں کھانے پر مجبور کی جائے۔ وہ اچھے کپڑے نہ پہن سکے۔ وہ اچھے گھر نہ بنا سکے۔ وہ دوسری قوموں کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ وہ روپیہ فراہم نہ کر سکے۔ اس کی بہو بیٹی یا بیوی کی بے پردگی کی جائے۔ تو وہ اسے عزت خیال کرے۔ اس سے سختی کرنی موجب ثواب سمجھا جائے۔ یہ صرف چند مشکلات کا ذکر ہے۔ ورنہ ان آریہ قوموں نے ہندوستان کے قدیم باشندوں پر اس قدر ظلم کئے ہیں۔ کہ وہ شمار سے باہر ہیں۔ ہندوستان میں جہاں مسلمان صدیوں تک بادشاہ رہ چکے ہیں۔ اگر لفظاً نہیں تو معناً وہ بھی اس حالت تک پہونچ چکے ہیں۔ اور اغیار ان سے اب وہی سلوک روا رکھ رہے ہیں۔ جو وہ شودر اور اچھوت اقوام سے ہزارہا سال سے کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ جو اصل کام مسلمانوں کا تھا وہ انھوں نے چھوڑ دیا۔ پٹھان بادشاہوں کے وقت میں ان شودر اور اچھوت اقوام کے اندر تبلیغ اسلام کی گئی۔ اور جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہو کر آریہ قوموں کے ظلموں سے نکل آئے۔ مگر مغل بادشاہوں کے وقت میں نام نہاد ودیج یا دو غنی قوموں نے دوسری چال چلی۔ اور اچھوت اور شودر اقوام کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ پھیرنے کے لئے اپنی دوستی کا اعتبار دلایا۔ ربط و ضبط بڑھایا۔ بعضوں نے بیٹیاں تک دیں۔ مغلوں کی نیت نیک تھی۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ اگر یہ آریہ قومیں جو صاحب اقتدار ہیں۔ ہمارے نیک سلوک سے اسلام میں داخل ہو گئیں۔ تو پھر دوسری قومیں خود بخود داخل اسلام ہو جائیں گی۔ لیکن ان سے یہ فروگذاشت ضرور ہوئی۔ کہ انہوں نے یہ نہ سمجھا۔ کہ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے۔ کہ غربا ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور وہ غربا ہی کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی پہلا حق ان شودر اور اچھوت اقوام کا تھا۔ آخر اس فروگذاشت کا نتیجہ خراب ہی نکلا۔ اور اب یہ حالت کہ آریہ ہندو جن کو اشد بغض اسلام سے تھا موقع پاکر

کین گاہوں سے نکل آتے۔ اور انہوں نے مسلمانوں پر یورش کر دی اور مصالحۃً شودر اور اچھوت اقوام کو ملانے کی اور عاجلی کرنے لگے۔

اب مسلمانانِ ہند کا فرض اولین یہ ہے۔ کہ شودر اور اچھوت اقوام کے اٹھانے کی کوشش کریں۔ اس غرض سے نہیں کہ ان اقوام کے ملنے سے مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہو جائیگا بیشک یہ بھی ہوگا۔ لیکن یہ اسلام کی غرض نہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ جو گرے ہیں۔ انکو اٹھاؤ۔ اور گلے لگاؤ۔ انکو خدا سے ملاؤ۔ اور ان کو انسانیت کے حقوق عطا کر دو۔ ان میں اسلام کا وعظ کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ انہیں انسانیت کے حقوق دلوانے کی جد وجہد کرو۔ اور انکی مخلصی میں مدد کرو۔ اور بتاؤ۔ کہ اصل مخلصی اسلام میں ہے۔ دینی بھی اور دنیا وی بھی۔ ذہنی بھی اور اخلاقی بھی۔ مادی بھی اور روحانی بھی۔ جبتک وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ ان کے پرانے دلدّر پوری طرح دور نہ ہونگے

مسلمانو! اسلام پر فدا ہو جانیوالے بزرگوں کی اولاد در اگر اسلام کے ساتھ اپنی زندگی چاہتے ہو۔ تو سب سے بڑا فرض اپنا اسلام کی تبلیغ کو سمجھو۔ اب یہ تمہاری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اس پر سے یونہی گذر نہ جاؤ۔ تہیہ کرو۔ ٹھان لو۔ اور پختہ ارادہ کے ساتھ اٹھو کہ اسلام کو اپنے پڑوسیوں میں اپنے گاؤں اور اپنے شہروں میں اپنے صوبہ اور ملک میں بلکہ سارے عالم میں پھیلا کر رہینگے۔ اور درمے۔ قدمے جو جس سے ہو سکے گا۔ اس سے مدد کرینگے۔ اور جو لوگ اس کام میں اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہیں۔ یا آئندہ کرینگے۔ انکی اخلاقی مالی اور جانی مدد سے دریغ نہ کریں گے۔ اگر ایسا نہ کرو گے۔ تو جان لو۔ کہ اسلامی زندگی محال ہے۔ زندہ خدا زندہ کتاب اور زندہ نبی کے ماننے والو۔ دنیا کو اسلام کے زندگی بخش جام سے سیراب کر دو۔ ہاں سرشار کر دو۔ اور اس کام میں اپنی انتہائی طاقت کو صرف کر دو۔ مرتی دنیا کو پیاسی نہ چھوڑو۔ ہر طرف آبِ کوثر کی نہر یں جاری کر دو۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

احمدیہ پریس

آج زمانہ زبان و قلم کا ہے۔ اسلئے وہی قوم دوسری اقوام کے مقابلہ میں اپنے آپ کو زندہ رکھ سکتی۔ اور ترقی کے میدان میں قدم بڑھا سکتی ہے۔ جس کا پلیٹ فارم اور پریس مضبوط ہو۔ جماعت احمدیہ اس بات کو جانتی تو ہے مگر اس پر پورے طور پر عمل نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ احمدیہ پریس بہت کمزور ہے۔ اور الفضل کی اشاعت بھی بہت کم ہے احباب کو چاہیئے۔ الفضل کی اشاعت بڑھانے میں ہر طرح کوشش کریں؛

ڈاکٹر موبنجے صاحب سے گفتگو

۲۳ تا ۲۵ اکتوبر امرت سر میں بالمیکی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کیلئے ڈاکٹر موبنجے صاحب امرت سر تشریف لائے۔ ہم چار آدمیوں کو نظارت دعوۃ و تبلیغ نے امرت سر بھیجا۔ جہاں ہمیں ڈاکٹر صاحب سے ملنے کا موقعہ ملا۔ اور قریباً پون گھنٹہ گفتگو ہوئی۔ میں اس گفتگو کو مختصر طور پر درج ذیل کرتا ہوں۔

احمدی:۔ آپ نے آج کے لیکچر میں سنگٹھن کی تلقین کرتے ہوئے سکھوں جینیوں آریوں بالمیکوں اور سناتنیوں کو ہندو قرار دیا ہے۔ آپ ہندو کی تعریف فرمائیں۔ تا معلوم ہو۔ کہ مسلمانوں کو کیوں علیحدہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر:۔ (کچھ دیر سوچنے کے بعد) ہندو وہ ہے جو ہندوستان کو اپنا وطن سمجھے۔ اور اسکے پوتر (مقدس) مقامات کی عزت کرے۔ **احمدی**:۔ ہم ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ اور ہندوستان کے مقدس مقام قادیان کی عزت کرتے ہیں۔ کیا آپکے نزدیک ہم ہندو ہیں؟ **ڈاکٹر**:۔ ہندو کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ہندوستان سے باہر پیدا شدہ مذہب کو ماننے والا نہ ہو۔ اگر آپکا مذہب قادیان میں پیدا ہوا۔ تو بلاشبہ آپ ہندو ہیں۔ آپ کا مذہب قادیان میں پیدا ہوا ہے یا مکہ میں۔ **احمدی**:۔ ہمارا مذہب اسلام ہے۔ اس نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ کہ مذہب خدا کا ہے۔ اس لئے وہ نسلی و ملکی قیود سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ اور اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ کہ دنیا کے ہر خطہ میں خدا کے ریفارمر گذرے ہیں۔ اسی بنا پر ہم رامچندر، بدھ، کرشن، کنفیوشس اور زرتشت وغیرہ کو خدا کا برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں۔ ان سب انبیاء کے بعد ایک عالمگیر رسول عرب کی سرزمین سے پیدا ہوا۔ جس کا لایا ہوا قانون (قرآن شریف) ابدی اور غیر متغیر ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام اسی قانون پر چلانے کیلئے آئے۔ ہمارا مذہب نہ عربی ہے نہ ہندی۔ بلکہ خدائی مذہب ہے۔ یہ تو فرمایئے وید کس جگہ نازل ہوئے تھے؟ **ڈاکٹر**:۔ واقعی اسلام کی یہ تعلیم اچھی ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں۔ کہ اگر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے معبد اور عورتوں سے کوئی پرخاش نہ رکھیں۔ تو ہندوستان میں امن ہو سکتا ہے۔ ویدوں کی جائے نزول کے متعلق ابھی تک فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی۔ بعض لوگ انکو قطب شمالی میں نازل شدہ قرار دیتے ہیں اور بعض نے تبت قرار دیا ہے۔ **احمدی**:۔ بہر حال وہ ہندوستان سے باہر نازل ہوئے۔ اسلئے انکو ماننے والا ویدک دھرمی بھی ہندو نہیں کہلا سکتا۔ ہاں بدھ مذہب کے معتقد ہندو کہلا سکتے ہیں۔ **ڈاکٹر**:۔ بدھ بھی تو ویدوں کو مانتے تھے۔ (ویدوں کے بدیشی ہونیکے متعلق بعد ازاں آپنے کچھ نہ فرمایا) **احمدی**:۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ بدھ ویدوں کا منکر تھا۔ کیا وہ غلط کہتے ہیں؟ (اس سے میری مراد پنڈت دیانند جی تھے)

ڈاکٹر:۔ بالکل غلط! **احمدی**:۔ آپ نے دوران تقریر میں فرمایا تھا۔ قندھار اور افغانستان کے لوگ بھی ہندو ہوتے تھے۔ اور اب آپ فرماتے ہیں۔ کہ وہ ہندوستان کا باشندہ ہو۔ **ڈاکٹر**:۔ اسوقت ہندوستان کی حدود میں کابل و قندھار بھی شامل تھے۔ **احمدی**:۔ الہام کی کیا تعریف ہے؟ **ڈاکٹر**:۔ (ایک لمبی تقریر کرتے ہوئے فرمایا) میں اس بات کا قائل نہیں کہ خدا نے کوئی کتاب وید، قرآن، تورات وغیرہ ہاتھ میں دی ہو۔ بلکہ جب ایک شخص عبادت کرتے ہوئے فنا فی اللہ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اسوقت وہ جو کچھ بولتا ہے۔ اسے الہام کہا جاتا ہے۔ **احمدی**:۔ کیا آپ ویدوں کو اسی طور سے الہامی مانتے ہیں؟ **ڈاکٹر**:۔ ہاں۔ **احمدی**:۔ کیا الہام ویدوں کے بعد بھی ہو سکتا ہے؟ **ڈاکٹر**:۔ ہو سکتا ہے۔ **احمدی**:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ **ڈاکٹر**:۔ میں ان کو رشی مانتا ہوں۔ میں حضرت مسیح اور حضرت محمدؐ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ میں اس بات کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ کہ لوگ کسی بزرگ کو برا کہیں۔ ابھی ایک کتاب حضرت کے خلاف مجھے ملی ہے۔ مگر میرا اصول یہ ہے۔ کہ انکے کرتویہ (کام) کو دیکھنا چاہیئے۔ ہمیں کسی کی شخصی زندگی سے کوئی سروکار نہیں۔ **احمدی**:۔ ہم ہر اس مقام کی عزت کرتے ہیں۔ جہاں خدا کا کوئی نبی گذرا۔ اسلئے نہیں کہ ہم اس جگہ کی عبادت کرتے ہیں۔ بلکہ وہاں پر خدا کے جلال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اسے قابل احترام سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے جملہ انبیاء اور رشیوں کی جنم بھومیوں کو مقدس سمجھتے ہیں۔ آپ مکہ کو کیا سمجھتے ہیں۔ **ڈاکٹر**:۔ میں مکہ کو ایک مقدس جگہ سمجھتا ہوں۔ **احمدی**:۔ کیا شدھی ویدک دھرم کا انگ (جزو) ہے؟ اگر ہے تو آپ نے جو لیکچر میں فرمایا تھا۔ کہ "ہم آجتک سوئے رہے مسلمانو اور عیسائیوں نے ہمیں کھانا شروع کر رکھا تھا۔ اب ایشور نے ہماری بدھی (عقل) کو جاگرت (بیدار) کر دیا ہے"۔ اسکا کیا مطلب ہے؟ **ڈاکٹر**:۔ شدھی ویدک دھرم کا جزو ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک مذہب ہوتا ہے۔ اور ایک دستور العمل۔ یہ ہمارا دستور العمل تھا۔ کہ ہم سوئے رہے۔ ابتداء میں تو بجز آریوں کے کوئی نہ تھا۔ شدھ کسے کیا جاتا۔ **احمدی**:۔ جب شنکر آچاریہ نے بدھوں کو شدھ کرنا شروع کیا تھا۔ تو کیا مسلمان مالابار میں نہ آ چکے تھے؟ **ڈاکٹر**:۔ بالکل نہیں شنکر آچاریہ کو دو ہزار برس ہو گئے ہیں۔ **احمدی**:۔ "آریہ ویر" راولپنڈی ۲۹ اکتوبر میں ایسا لکھا ہے۔ کہ اسوقت مسلمان مالابار میں آ چکے تھے۔ انگریز مورخ بھی ایسا ہی مانتے ہیں۔ **ڈاکٹر**:۔ غلط ہے۔ **احمدی**:۔ آپنے لیکچر میں فرمایا تھا۔ کہ پہلا الہام بالمیک رشی کو ہوا تھا۔ اسکا کیا منشا ہے۔ **ڈاکٹر**:۔ میں چونکہ اردو اچھی طرح نہیں جانتا۔ اسلئے لوگوں کو غلطی لگ گئی۔ میرا مطلب صرف یہ تھا۔ کہ شعر کا ایک خاص بحر پہلے پہل انکی زبان سے شروع ہوا۔ یہ بات بالمیکوں کے فہم کے مطابق کہی گئی تھی۔ **احمدی**:۔ کیا آپکے نزدیک عیسائی آریہ سناتنی سکھ مسلمان سب اپنے اپنے مذہب پر رہکر خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ **ڈاکٹر**:۔ میرا یہی اعتقاد ہے۔ کہ وہ سب ایشور کو پراپت ہو سکتے ہیں۔ **احمدی**:۔ کیا دو متضاد راستوں کو اختیار کرنیوالے ایک جگہ پر مل سکتے ہیں۔ **ڈاکٹر**:۔ مذہبی فلاسفی اور عبادات میں اختلاف ہے۔ ورنہ اساسات میں سب مذہب متفق ہیں۔ کہ اس دنیا کو خدا نے پیدا کیا۔ اور خدا موجود ہے۔ اور جو اختلاف ہے۔ وہ اچارن (عادات) کی وجہ سے ہے۔

نوٹ:۔ یہ گفتگو جس کا خلاصہ اوپر درج ہوا ہے۔ بابو کیشو رام صاحب کے

شانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ
یہ نظم مجلس میلاد منعقدہ جامع مسجد بہاولپور میں پڑھی گئی۔

(از جناب مولوی غلام احمد صاحب۔ اختر۔ اوچ)

آج وہ دن ہے۔ کہ چمکا نورِ حق فاران پر — طور کی مشعل بجھی ہے جس کے استعلان پر
آج غالب آگیا دینِ حنیف ادیان پر — مِٹ گئی تثلیث بسم اللہ کے اعلان پر

قربِ حق کا در نزولِ فاتحہ سے کھُل گیا
دفترِ تورات وانجیل آج یکسر دھل گیا

سخت پژمردہ تھی اس سے پہلے رُوحِ کائنات — عہدِ فترت تھا خزاں اُسپر سموم حادثات
سوختہ ہوجانیکو تھی بیخِ درختان ونبات — آج فطرت کو ملا یہ چشمۂ آبِ حیات

مٹ گئی ہے تیرے صدقے عالمِ جاں کی خزاں
مرحبا! صد جاں فدایت! اے بہارِ جاوداں

زیرِ ظلماتِ ثلاثِ تھی بشر کی کائنات — پُوجے جاتے تھے ہزاروں لات و عزیٰ و منات
کرمِ شبتابو کی رونق تھی کہ تھی تاریک رات — نورِ حق سے ہوگئی ناگہ منور شش جہات

کفر و شرک الحاد و دہریت کی ظلمت مٹ گئی
جہل و غفلت ظلم و عصیاں کی خصومت مٹ گئی

سہل تھا تورات میں عقبہ رہِ اللہ کا — فائدہ انجیل دیتی تھی چراغِ راہ کا
تھے صُحُف دیوان معنی خیز اُس درگاہ کا — بنگیا قرآن کے حق میں نقطہ بسم اللہ کا

سامنے ہے مہرِ انور کے عبث نورِ چراغ
دین نار و نکو ہے بیشک اپنی ہستی سے فراغ

ہوگئی آج آلِ ہاشم سرورِ دنیا و دیں — جسکا الحق غاشیہ بردار ہے روح الامیں
عرش خواہاں تھا کہ ہو فرش قدم مثلِ زمیں — فخرِ عالم نازِ آدم رحمۃ للعٰلمیں

جسنے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ سے وصل آساں کردیا
قلب مومن میں جمالِ حق نمایاں کردیا

آج ہے کس طلعتِ زیبائے انور کا ظہور — کُنجِ ظلماتِ طبائع سے بھی تاریکی ہے دُور
ہے جہاں میں عقل و دیں اور وحی کا ایماں کا نُور — نور کے مشکوٰۃ میں مصباح روشن ہیں حضور

"نورِ حق سے آپ نے عالم منور کردیا
صُور پھونکی اور برپا ایک محشر کردیا"

آپنے ہم کو سنایا مژدہ یُلقِی الرُّوح کا — یَجْتَبِی مِنْ رُسُلِہٖ بھی فیصلہ سُبّوح کا
یَصْطَفِی بھی بنگیا مرہم دلِ مجروح کا — تیرا شکریہ نہیں ہے کام عمرِ نوح کا

ہم کو پہونچایا وہاں۔ کوئی نہ پہونچا تھا جہاں
کُنْتُ سَمْعًا ثمرۂ شاخِ نوافل ہے عیاں

جس کا آنا نوعِ انساں کیلئے معراج ہے — جسم و جان و عالمِ بالا میں جسکا راج ہے
جس کو اَوْ دَسْتَنَا کا اَوْ حَیْنَا کا سر پہ تاج ہے — ایسے حضرت اکرم الانساں کا میلاد آج ہے

جس نے فرمایا سنو! معراج مومن ہے صلوٰۃ
جس سے پایا ہم نے معراج اُس پہ ہو ہر دم صلوٰۃ

وحی وہ لائے کہ جس پر ختم ہے تبیین کا — دین وُہ لائے کہ جس پر خاتمہ ہے دین کا
وہ مکاں پایا کہ جس پر ختم ہے تمکین کا — الغرض ختم آپ پر ہے سلسلہ تکوین کا

لے چراغِ اوّلیں تو شعلہ زن تھا طُور سے
اب چراغِ آخریں روشن ہے تیرے نُور سے

ہم کو منصب خیرِ امت کا دلایا آپ نے — راز ہم کو نَحْنُ اَقْرَبُ کا بتایا آپ نے
قلب مومن میں خدا کا گھر بسایا آپ نے — دل ہمارا عرشِ رحماں کر دکھایا آپ نے

قدر و عظمت کیسے سمجھیں ہم سے ناداں آپ کی
جبکہ موسیٰ بھی سمجھ سکتے نہیں شان آپ کی

قبلہ اپنا یا رسول اللہ ترا در ہوگیا — گِر کے پڑ رہنا ترے در پر مرا گھر ہوگیا
جب اُڑا تیری ہوا میں ذرہ اختر ہوگیا — شکر کچکولِ گدا تاجِ سکندر ہوگیا

تیرے در کی خاک ہوجانا عجب اکسیر ہے
وصلِ حق تیری نگاہِ لُطف کی تاثیر ہے

(عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے شائع کیا)

(اشتہار زیر آرڈر ۵ - رول ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت صاحب سینیر سب جج بہادر امرتسر

بھگت سنگھ ولد لہنا سنگھ قوم جٹ ساکن بھڑوال ضلع امرتسر حال چک ۱۹ ڈاکخانہ گگو ماہل ضلع لایل پور۔ مدعی

بنام

مسماۃ گوجری بیوہ کیسر سنگھ۔ قوم جٹ ساکن اودھر تحصیل اجنالہ مسماۃ گابو بیوہ بھگت سنگھ ساکن ڈھودی ونڈ تحصیل ترنتارن۔ بھگت سنگھ ویر سنگھ پسران نہال سنگھ جھنڈا سنگھ ولد جمیت سنگھ اقوام جٹ ساکن اودھر تحصیل اجنالہ:۔ مدعا علیہ

دعوے استقرار حق بدیں اگر یہ قرار دیا جاوے کہ مدعا علیہ علا نے جو انتقال ہبہ اراضی سالم کھاتہ دشتر کھاتہ ملکیتی و شاملات واقعہ رقبہ اودھر تحصیل اجنالہ معہ حق حقوق متعلقہ سمن مدعا علیہ ۲ بغرض حق تلفی مدعی بلا علم مدعی کر کے داخلخارج مورخہ ۲۵/۱/۲۵ کو تصدیق کرایا ہے۔ وہ ہبہ اراضی معہ حق حقوق متعلقہ لبعد وفات مدعا علیہ ۱ بمقابلہ حقوق مدعی لفظی حقدار کے بے اثر کالعدم

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں ویر سنگھ ولد نہال سنگھ قوم جٹ ساکن اودھر تحصیل اجنالہ پر سمن عدالت ہذا سے جاری کئے گئے تھے جن پر تعمیل نہیں ہوئی۔ درخواست مدعی سے پایا جاتا ہے کہ ویر سنگھ مدعا علیہ مذکور عرصہ ۱۵-۱۶ سال سے عدم پتہ ہے۔ چونکہ معمولی طریق سے اس پر تعمیل ہونی مشکل ہے۔ اسلئے اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی اُسکے خلاف جاری کیا جاتا ہے۔ اور بذریعہ اشتہار ہذا اشتہر کیا جاتا ہے۔ اگر ویر سنگھ ولد نہال سنگھ قوم جٹ ساکن اودھر تحصیل اجنالہ واقعہ ۱۴/۱۱/۲۷ کو عدالت ہذا میں اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر پیروی مقدمہ مندرجہ بالا کی نہ کریگا۔ تو اسکے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی۔ آج بتاریخ ۱۸/۱۰/۲۷ بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت - دستخط حاکم)

استہار زیر دفعہ ۵ - رول ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت مولوی ابراہیم صاحب سب جج درجہ چہارم شاہ پور صدر

دعوے دیوانی نمبر ۴۳۵ امیر چند ولد جگن رام جاپڑہ سکنہ منڈی ٹوانہ بنام احمد یار ولد مراد قوم ہلر سکنہ شاہ والہ داخلی تحصیل خوشاب ضلع شاہپور

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی احمد یار مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے اسلئے اشتہار ہذا بنام احمد یار مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر احمد یار مذکور تاریخ ۱۹/۱۱/۲۷ کو مقام صدر شاہپور حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا۔ تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آدیگی۔

آج بتاریخ ۲۱/۱۰/۲۷ کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

(مہر عدالت - دستخط حاکم)

(اشتہار زیر آرڈر ۵ - رول ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی)

باجلاس جناب شیخ محمد حسین صاحب سب جج بہادر درجہ چہارم مقام چونیاں

بوڑ سنگھ ولد بھگوان سنگھ قوم اروڑہ ساکن اچیل کے تحصیل چونیاں مدعی

بنام

نواب ولد جاماں قوم آرائیں ساکن پنجری پور تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری مدعا علیہ

دعوے -/۱۵۰ روپے بہی کھاتہ

اشتہار بنام نواب ولد جاماں قوم آرائیں ساکن پنجری پور تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری مدعا علیہ

مقدمہ مندرجہ عنوان میں حسب درخواست معہ بیان حلفی مدعی سے پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہذا اس کو بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ - رول ۲۰ - ضابطہ دیوانی مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ مورخہ ۱۴/۱۱/۲۷ کو بوقت دس بجے قبل دوپہر حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ نہ کرے گا۔ تو اسکے برخلاف حسب ضابطہ کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی آج بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت سے جاری کیا گیا تحریر ۱۸ - اکتوبر ۱۹۲۷ء - (مہر عدالت دستخط حاکم)

(اشتہار زیر دفعہ ۵ - رول ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت چودھری محمد لطیف صاحب سب جج

بہادر درجہ چہارم ترنتارن

دعوے دیوانی ۶۲۴

بشن داس ولد تلسی رام قوم اگروال ساکن گنڈیونڈ تحصیل ترنتارن

بنام

گھر ولد لہنا قوم چوہڑہ ساکن مذکور

دعوے -/۲۰۰ روپیہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی گھر مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام گھر مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر گھر مذکور تاریخ ۱۷ ماہ نومبر ۱۹۲۷ء کو مقام ترنتارن حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۱۵ ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

(مہر عدالت دستخط حاکم)

(اشتہار زیر آرڈر ۵ - رول ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی)

باجلاس جناب شیخ محمد حسین صاحب سب جج بہادر درجہ چہارم مقام چونیاں

محمد حسن شاہ قاضی عبدالمجید قوم قریشی ساکن گیلن تھار تحصیل چونیاں

مدعی:

بنام

مسماۃ بشیراں بیگم زوجہ محمد حسن شاہ ساکن بیو بریاں تحصیل چونیاں وغیرہ مدعا علیہم:

دعوے حقوق زن و شوی

اشتہار بنام بشیراں بیگم زوجہ محمد حسن شاہ قوم قریشی ساکن بیو بریاں تحصیل چونیاں۔ عبدالجبار ولد موسے۔ حبیب الرحمن و محمد شریف پسران عبدالرحمن ساکن بیو بریاں تحصیل چونیاں عبدالرزاق ولد موسے قوم قریشی ساکن موضع مچھانہ تحصیل چونیاں۔ مدعا علیہم

مقدمہ مندرجہ عنوان میں حسب درخواست معہ بیان حلفی مدعی سے پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا اُن کو بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ مورخہ ۱۶/۱۱/۲۷ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ نہ کرینگے تو ان کے برخلاف حسب ضابطہ کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی۔ آج بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت سے جاری کیا گیا

تحریر ۱۸/۱۰/۲۷ - (مہر عدالت - دستخط حاکم)

(اشتہار زیر دفعہ ۵ - رول ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب سینیر سب جج بہادر سرگودھا

دعوے اجرائے

میسرز والکرٹ برادرز کمپنی کراچی ڈگریدار بنام محمد سعید وغیرہ مدیونان دعوے اجرائے

بنام

غلام صمدانی ریاض احمد لطیف احمد پسران عبدالرشید سیٹھی نابالغان بولایت محمد سعید چچہ خود سکنائے بھیرہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی غلام صمدانی وغیرہ مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش ہیں۔ اسلئے اشتہار ہذا بنام غلام صمدانی وغیرہ مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مدیونان مذکور تاریخ ۴/۱/۲۸ کو مقام سرگودھا حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہونگے تو اُنکی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آدیگی۔ محمد سعید نے ولی بننے سے انکار کیا ہے لہذا سرکاری طور پر کوئی ولی مقرر کیا جاویگا۔ اگر نابالغان کو کوئی اعتراض ہو تو تاریخ مقررہ پر پیش کریں۔ آج بتاریخ ۲۰/۱۰/۲۷ کو بدستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

(مہر عدالت دستخط حاکم)

جو صاحب جگہ جگہ روپیہ ضائع کر کے مایوس خاطر ہو گئے ہوں اُنہیں قسم ہے خداوند کریم کی جب تک اس کی آزمائش
نہ کرلیں ہرگز ہرگز بدظنی سے کام نہ لیں۔ کیونکہ یہ مجرب کلّ اپنی خوبیوں سے ہر دل عزیز ثابت ہو چکا ہے
یاقوت مروارید مرجان یشب ہرپا اور کستوری زعفران وغیرہ کا مشہور عالم مرکب
مفرح عنبری
مفرح عنبری
مفرح عنبری
قیمت فی ڈبیہ پانچ روپے (صہ)
قیمت تین ڈبیہ تیرہ روپے (للعہ)
قیمت درجن ڈبیہ پچاس روپیہ (صہ)
مفرح عنبری
وہ جوہر ہے جس کے استعمال سے تمام قوائے دماغی میں ایک سریع التاثیر تحریک پیدا ہو کر حواس خمسہ ظاہری و باطنی تیز و روشن ہو جاتے ہیں۔ خیالات اعلیٰ و مفید سوجھتے ہیں۔ دل کو وہ تقویت و تفریح پہنچتی ہے کہ گویا خداوند تعالیٰ نے نئی زندگی عطا کی ہے۔ ضعف دل۔ بے چینی۔ پراگندہ خیالی دور کرنے کے لئے ایک سچا اور قابل اعتماد تریاق ہے۔ اس کے استعمال سے معزولہ طاقتیں بحال ہو کر خوشگوار زندگی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ تناسلی قوتوں کے بڑھانے اور اعضائے رئیسہ کو قوت دینے ضعف و ناتوانی کو دور کرنے میں عجیب لا اثر ہے۔
یاران قدیم کو اطلاع
خوشگوار موسم کے آنے پر مفرح عنبری خاص خوبیوں کے ساتھ تازہ تیار ہو گئی ہے۔
اور میرا دل چاہتا ہے کہ قدیمی قدردان احباب کے استعمال میں یہ ضرور آئے
پس آپ اپنے تمام احباب کو بھی اطلاع فرما کر حسب ضرورت اپنے اور اپنے تمام دوستوں کی فرمائشات سے یاد فرماویں
ہر مسلمان کا یہ پہلا فرض ہے
ہر چیز خریدنے سے پہلے دعا و استخارہ کرو۔ یہی وہ پاک راہ ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کو بتائی ہے۔ بالخصوص اس زمانہ میں اس کی زیادہ ضرورت ہے
دعا یہ ہو کہ یا الٰہی میں ناچیز غیب دان نہیں۔ غیب کا جاننے والا تو پاک ذات ہے میرے لئے اگر یہ چیز مفید و بابرکت ہے تو میری طبیعت کھولدے۔ تا میں منگوا کر فائدہ حاصل کروں۔ اور اگر غیر مفید ہے تو میری طبیعت کو روکدے تا میں نقصان سے بچ جاؤں۔ اول و آخر کم سے کم ۳ دفعہ درود شریف پڑھو
میرا دعویٰ ہے کہ مفرح عنبری کی تصدیق میں ہندوستان کے ہر حصے کے معززین کی میں اتنی بڑی فہرست پیش کر سکتا ہوں جو دیکھنے والوں کو حیران کردے اور میں جانتا ہوں کہ دنیائے ہندوستان کا کثیر حصہ اس سے واقف بھی ہے۔ کیونکہ گذشتہ ۲۵ سال کی تہائی حصہ صدی سے وہ برابر پڑھتے دیکھتے اور سنتے چلے آرہے ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکو پسند فرمایا اور استعمال میں رکھا ہے۔ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ہزاروں کو فائدہ دے رہی ہو مگر کسی خاص وجہ سے کسی شخص کو فائدہ نہ کرے۔
اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ استخارہ کو ہر کام کی کلید بناؤ
میں نے بھی استخارہ کے بعد ہی اسکو شائع کیا ہے۔
المشتہر حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری قریشی بلڈنگ محلہ کابلی مل لاہور

Digitized by Khilafat Library Rabwah
نمبر ۳۵،۳۶
اخبار الفضل قادیان مورخہ یکم دسمبر ۱۹۲۷ء
جلد ۱۵
کوئی دُکھ نہیں جسکا علاج نہیں!
سوائے اس بیماری کے جس کے لئے خدا تعالےٰ نے کسی حکمت اور مصلحت کے ماتحت شفا کو روک دیا ہو
یا خدا تعالیٰ کی دی ہوئی صحت تندرستی جیسی عظیم الشان نعمت کو
خطرناک بدکرداریوں کی وجہ سے خود اپنے ہاتھ سے برباد کر لیا ہو لیکن اس پر پشیمانی اور خدا تعالیٰ کے
حضور جُھکنے اور توبہ کرنے سے سرکشی و غفلت سے کام لیا ہو اور اس جُرم میں کسی کو سزا ہی دی گئی ہو۔
تو یہ علیحدہ بات ہے
ورنہ دوسری کوئی وجہ نہیں کہ مفرح عنبری کا استعمال کرنے والا کبھی بھی نامرادی اور ناکامی کا
مونھ دیکھے۔ اور اس سے فائدہ حاصل نہ کرے
اور یہ صرف ہمارا اپنا ایک دعویٰ ہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان کے ہر حصہ اور ہر طبقہ کے بے شمار معززین کی رائیں
آپ گذشتہ تہائی صدی سے پڑھتے اور سنتے چلے آرہے ہیں
کہ مفرح عنبری تمام مقوی ادویات کا بادشاہ ہے۔ مایوس دلوں کا سہارا۔ جسمانی کمزوریوں کو دُور کرنے والا
مُردہ دل و دماغ میں نئی زندگی بخشنے والا۔ زائل شدہ طاقتوں کا نعم البدل۔ ہر زن و مرد بچہ و جوان کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے
پھر کوئی وجہ آپ کے لئے مایوس ہونیکی نہیں مفرح عنبری اس سال نئی شان اور خاص خوبیوں کے ساتھ
تیار ہوگئی ہے۔ خاص استعمال کا موسم بھی خدا نے بھیجدیا ہے۔ اب بھی کوئی شخص غفلت سے کام لے
تو یہ اس کا اپنا قصور ہوگا
قیمت فی ڈبیہ پانچ روپے (ہ)
قیمت تین ڈبیہ تیرہ روپے (۱۳)
قیمت ایک درجن ڈبیہ پچاس روپے (۵۰)
المشتہر
حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری قریشی بلڈنگز!
محلہ کابلی مل لاہور!
J. A. ARTIST- LAHORE.

کشتہ سونا و موتی

تمام بدن کو طاقت اور قوت دینے کے لئے عموماً اور کمزور قوتوں کو بحال کر کے ترقی دینے کے لئے خصوصاً

کشتہ سونا و موتی ہے

مقوی اعصاب و اعضائے رئیسہ و حرارت عزیزی کی حفاظت کے لئے

کشتہ سونا و موتی ہے

اختلاج قلب۔ کمزوری دل و دماغ جگر کا تریاق جسمانی قوتوں کو بحال رکھنے والا

کشتہ سونا و موتی ہے۔

تمام جسمانی قوتوں کو قائم رکھنے والا

کشتہ سونا و موتی ہے

گردہ و مثانہ کی بیماریوں کا تریاق

کشتہ سونا و موتی ہے

کمی خون۔ خفقان وسواس وہم جنون مرگی۔ کمزوری معدہ کے لئے قوی اثر رکھنے والا اپنی صفات میں اکیلا

کشتہ سونا و موتی ہے

دق اور سل جیسی مزمن اور مہلک بیماری میں خصوصیت سے مفید

کشتہ سونا و موتی ہے

کثرت مطالعہ و علمی مشاغل و دیگر دماغی محنتوں سے تکان ہو۔ زیادہ بیٹھنے سے درد کمر پیدا ہوا۔ یا عموماً اعضا شکنی رہتی ہو۔ تو ان حالات میں انشاء اللہ علی الخصوص مفید

کشتہ سونا و موتی ہے

قیمت خوراک ایک ماہ ۱۵ پندراں روپے

تریاق زعفرانی

امراض ذیل کے لئے ہمہ صفت موصوف ہے۔ اعضاء رئیسہ کی کمزوری کے لئے نہایت مفید ہے۔ نسیان ہو۔ معدہ کمزور ہو۔ دماغ کمزور ہو۔ دل دھڑکتا ہو۔ کمزوری جگر کی وجہ سے بدن میں خون کم ہو۔ رنگ زرد ہو۔ سر چکراتا ہو۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہو۔ طاقت کمزور پڑ گئی ہو۔ تو تریاق زعفرانی کا استعمال انشاء اللہ نہایت مفید اور آرام پہنچانے کا موجب ہوگا۔ قیمت فی ڈبیہ عہ

حب رحمانی

(رجسٹرڈ شدہ)

یہ گولیاں پٹھوں کو قوت دیتی ہیں۔ عام بدن کی کمزوری کو دور کرتی ہیں۔ جوڑوں کا درد۔ درد کمر۔ تمام بدن کا درد ان کے استعمال سے دور ہوتا ہے۔ خون پیدا کرتے ہوئے آدمی کو چست و توانا بنا کر رنگ سرخ کرتی ہیں۔ دماغ کا خاص علاج ہیں۔
قیمت ۱۲ گولی ایک روپیہ (عہ)

سرمہ نور افزا

(رجسٹرڈ شدہ)

یہ سرمہ کمزوری نظر۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ پھولا۔ ککرے۔ خارش چشم۔ آنکھوں سے پانی آنا۔ لیسدار رطوبت کا نکلنا۔ پرانی سرخی شروع موتیا بند۔ نظر کا دن بدن کمزور ہونا۔ ان بیماریوں کے لئے یہ سرمہ نہایت مفید ہے۔ تندرستی میں اس کا استعمال نظر کو بڑھاتا ہے۔ اور کمزوری سے محفوظ رہتا ہے۔ تجربہ شرط ہے آزمالیں۔ قیمت فی تولہ (عا)

کشتہ چاندی دل اور دماغ و اعضاء رئیسہ کو قوت دینے میں بے حد ثابت ہوا ہے۔ قیمت فی تولہ صر

عبد الرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان۔ پنجاب

اردو ترجمہ فتوحات مکیہ تیس باب کامل

اردو ترجمہ **فتوحات مکیہ** تیس باب کامل شائع ہو گیا ہے۔ جس کے مؤلف حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ ساتویں صدی ہجری میں گذرے ہیں۔ جنہوں نے علم تصوف اور اسلامی فلسفہ کو ساتویں صدی میں زندہ کیا تھا۔ اس لئے دنیا میں ان کا لقب محی الدین مشہور ہے۔ اس کتاب میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے باریک در باریک اشارات اور نکات اور علوم لدنیہ الہٰیہ کے اسرار اور علم تصوف کے راز درج ہیں۔ خالق عالم کی صنعت کے بھید اور اس کی عجیب و غریب مخلوق کے ہر ذرہ سے لیکر انسان اور اس سے نیچے کی ہر مخلوق اور دنیا اور آخری جہان و زمین و آسمان کے ابتدائی و انتہائی پیدائش کے اسرار اور احکام الہٰیہ کی حکمتیں لکھی ہیں۔ **الغرض** یہ کتاب جواہرات اور علم الہٰی کا بحر ذخار اور علم تصوف کی دنیا میں سب سے بڑی انمول مستند کتاب ہے۔ ان سب امور کی شہادت کیلئے اس کے مؤلف حضرت شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمۃ کا نام کافی ہے۔ ہر کس کی سہولت خریداری کیلئے موجودہ ترجمہ کے ابتدا سے لیکر باب تیس ۳۰ کے آخر تک دو حصے کئے ہیں جنکی مجموعی ضخامت سات سو دو صفحے ہے حصہ اول قیمت مع محصول سات روپے ہے فہرست مضامین آٹھ صفحوں پر چھپی ہوئی ساتھ شامل ہے ایک حصہ کے خریدار کو دوسرا بھی خریدنا ہوگا خواہ بعد میں لے۔

پتہ مہتمم ترجمہ فتوحات مکیہ ڈاکخانہ جنگا بنگیال ضلع راولپنڈی پنجاب

اگر آپ کو ہر قسم کے مذہبی کتابیں اور تبلیغی ٹریکٹ درکار ہوں تو بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان سے طلب کریں۔

قابل تقسیم ٹریکٹ

وید تین ہیں یا چار	۱۲ر سیکڑہ	ویدک ایشور مجسم ہے	۱۲ر سیکڑہ
ویدوں کی تعداد میں اختلاف	۲ر	ویدک ایشور کی کم علمی	۱۲ر
ویدک کے ملہمیں میں اختلاف	۱۲ر	ویدک ایشور کی صفات	۱۲ر
کیا وید الہامی ہیں؟	۲ر	ویدک توحید کا آئینہ	۱۲ر
ابطال ازلیت وید	۱۲ر	ویدک ایشور	۱۲ر

مینیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

سندھ انجینئرنگ کالج سکھر سندھ

میں قلیل عرصہ میں اوورسیر اور سب اوورسیر کلاس کی نہایت اعلیٰ تعلیم دیجاتی ہے

آج ہی پرنسپل سے پراسپکٹس طلب فرمائیے

اکسیر تسہیل ولادت!

خدا کے فضل سے ولادت کی مشکل گھڑیاں نہایت آسان کر دینے والی دوا ہے۔ جو بعد ولادت کے دردوں سے بھی زچہ کو بالکل نجات دیدینے والی ہے۔ قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے معہ محصولڈاک۔ بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیجدینے والوں سے دو روپے چار آنے (عہ)

منیجر شفاخانہ دلپذیر سلانوالی ضلع سرگودھا